پھر ہم بڑے ہو گئے
بقلم فاطمہ محمود

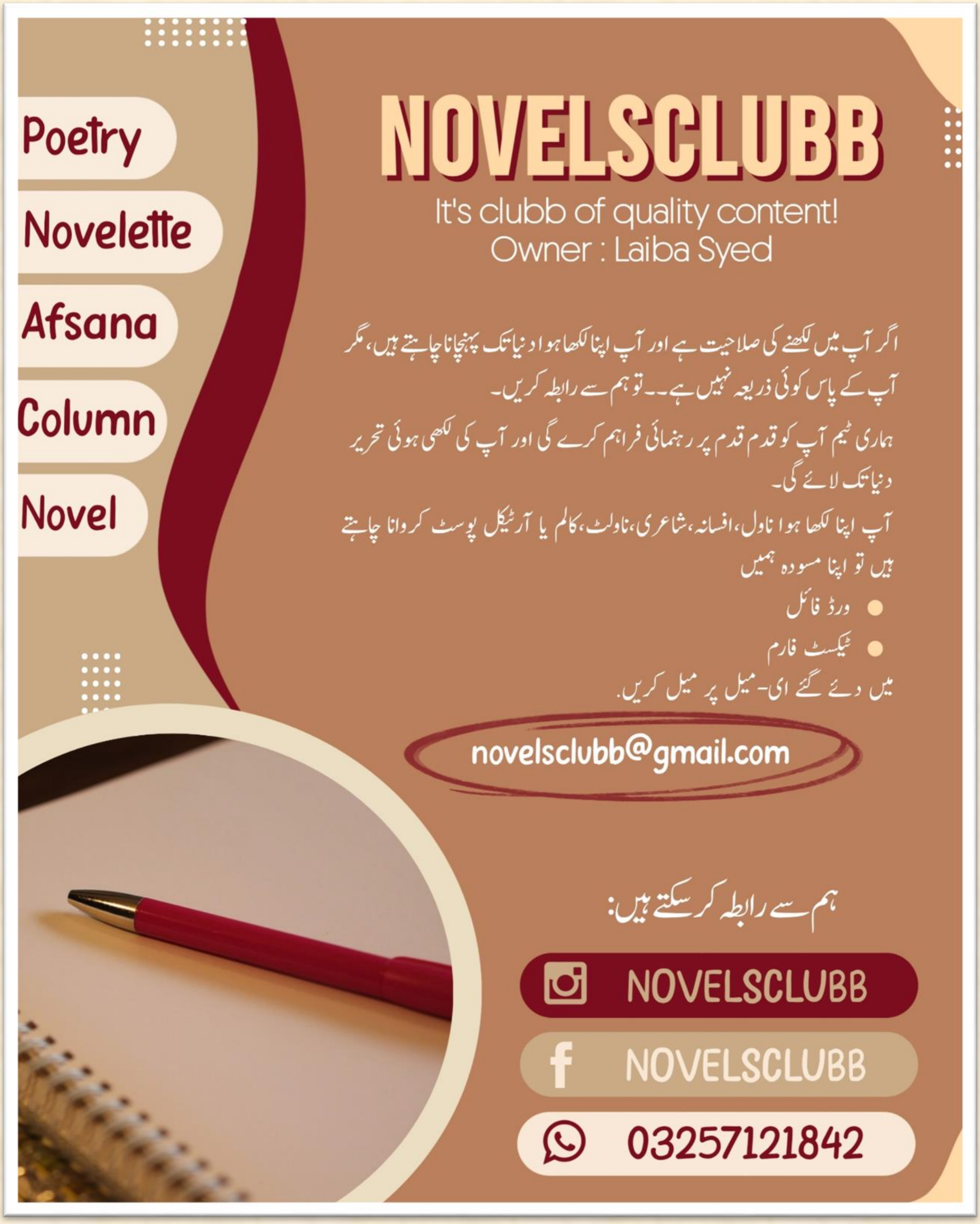
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

پھر ہم بڑے ہو گئے

از قلم

فاطمہ محمود

Clubb of Quality Content

ناول "پھر ہم بڑے ہو گئے" کے تمام جملہ حق لکھاری "فاطمہ محمود" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

پھر ہم بڑے ہو گئے

بقلم فاطمہ محمود

ناولٹ

خلاصہ :

یہ کہانی ہے بچپن سے بڑے ہونے تک اور اس دورانیے میں زندگی کیسے بدلتی ہے، قسمت کیسے بدلتی ہے اور لوگ کیسے بدلتے ہیں اور رشتے بھی اپنے رنگ دکھانے لگتے ہیں، کئی چہرے دوبارہ نظر نہیں آتے اور کیسے بچپن یادِ ماضی بن کر رہ جاتا ہے اور بڑھتی عمر کے ساتھ بچپن کے تصورات، وہم و گمان اور خوش فہمیاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

پھر موسم نے رت بدلی

پھر تم بدلے پھر ہم بدلے

پھر نہ رہا وہ ذوقِ زندگی

پھر رخ و انداز بدلے

پھر نہ رہیں وہ رونقیں

پھر شہر و مکاں بدلے

پھر نہ رہے وہ ناز و نخرے

پھر جینے کے اطوار بدلے

پھر ساتھ نبھانے سے اجنبی ہوئے

پھر زندگی نے کردار بدلے

پھر بچپن یادِ ماضی بن گیا

پھر ہم بڑے ہوگئے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

شام کے وقت شہر کی سڑکیں گاڑیوں سے بھری ہوئی تھیں ہر کوئی اپنے راستے جارہا تھا۔اگر ذرا سی ٹریفک ہوجاتی سب اپنی گاڑی نکالنے کی جلدی کرتے۔وہیں شہر کے ایک ٹاؤن کے دو منزلہ گھر کے چھوٹے سے باغیچے میں اپنی ہی دھن میں مگن کچھ بچے کھیل رہے تھے۔بچے تو پھر بچے ہوتے ہیں انہیں کیا مستقبل کی فکر اور کیا شہر کی ٹریفک سے بھری ہوئی

سڑکوں کی پرواہ۔ وہ تو بچے تھے بس بچپن تک ہی ذرا جان کو سکون تھا اور جب بڑے ہو جاتے پھر ساری فکروں ذمہ داریوں کا بوجھ انہیں خود ہی اٹھانا پڑتا جیسے ان سے پہلے لوگ اٹھا رہے تھے۔

باغیچے میں سات سالہ عبدل احد ٹانگیں پھیلائے بیٹھا کاغذ کے جہاز بنا کر اس میں پھونک بھر کر انہیں اڑا رہا تھا اور وہیں دوسری طرف سات سالہ احسن اپنی بہن جو کہ لگ بھگ چھ سال کی تھی اس کے کبھی بال کھینچتا اور کبھی فٹبال کو کک لگاتا جو کہ ثانیہ کو لگتا اور وہ ذرا چلا کر پھر سے اپنی سکول کی کتاب پر بنے طوطے میں رنگ بھرنا شروع کر دیتی۔ چھ سالہ عنادل کبھی اپنی گڑیا کے ساتھ کھیلتی اور کبھی اپنے بھائی کو جہاز اڑاتے دیکھ دل مسوس کر رہ جاتی کیونکہ اسے کاغذ کے جہاز بنانے ہی نہیں آتے تھے اور اگر وہ عبدل احد سے کہہ دیتی تو وہ اسے سکھاتا ہی نہیں تھا۔ انہیں بچوں کے بیچ کھڑی آٹھ سالہ آیت باری باری سب کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ذرا سنجیدہ طبیعت کی مالک تھی موڈ پر ہوتا تو بول لیتی لیکن جب اکڑتی تو پھر پوری طرح اکڑ جاتی پھر اسے جو کوئی مرضی بلا لے وہ نہ مانتی۔ ابھی بھی اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کھیلے۔ پشت پر بکھرے اس کے کالے لمبے بال اور براؤن آنکھیں اس کی سفیدی رنگت کو چار چاند لگا رہی تھیں۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی فیصلہ کرتی اسے عارفہ بیگم کی آواز سنائی دی جنہوں نے کچن میں موجود کھڑکی سے آواز لگائی تھی جو کہ باہر کی طرف ہی کھلتی تھی۔

"سب بچے اندر آ جاؤ قاری صاحب آتے ہی ہوں گے آیت سب کو اٹھاؤ اور سب وضو کر کے سکارف اور ٹوپیاں پہنو۔"

جی امی۔"آیت نے ان کی بات سن کر جواب دیا اور ان چاروں کی طرف متوجہ ہوئی۔"

"چلو اٹھو سب اندر چلو قاری صاحب آنے والے ہیں امی نے کہا ہے اور امی کی بات ماننی ہوتی ہے۔"آیت نے اونچی آواز میں کہا۔

"آیت وہ تمہاری امی ہیں ہماری نہیں اور تمہیں ان کی بات ماننی چاہیے ہمیں مت کہو۔"احسن کی شرارتوں میں خلل ڈلا تو وہ بیزاریت سے بولا۔

"ٹھیک ہے پھر تم نہ آؤ میں جا رہی ہوں اور آنٹی سے کہہ دوں گی کہ تم نہیں آ رہے۔"

"جاؤ تم شکایتیں ہی کرتی رہا کرو اور کوئی کام ہے بھی تمہیں۔"آیت نے کچھ پل سنجیدگی سے اسے دیکھا پھر اپنی بہن اور بھائی کو لیے اندر چلی گئی۔

"امی احسن میرے ساتھ بہت بدتمیزی کرتا ہے آپ آنٹی کو کہیں کہ وہ میرے ساتھ برے انداز میں بات نہ کیا کرے۔"آیت اپنے بہن بھائیوں کو وضو کرنے کا کہتی اپنی ماں کے پاس آ گئی۔

"بیٹا کچھ نہیں ہوتا چھوٹا بھائی ہے وہ تمہارا۔"

امی وہ میرا چھوٹا بھائی رہے یا کزن لیکن اسے اتنا خیال ہونا چاہیے کہ میں اس سے بڑی ہوں اور وہ میرے ساتھ بحث نہ کیا کرے اور میں نے اسے آپ کی بات ماننے کو ہی کہا تھا۔"

آیت کوئی بات نہیں تم دماغ پر مت لو اور جا کر سکارف پہنو قاری صاحب آنے ہی والے ہوں گے۔ عارفہ بیگم نے اسے پھر ٹال دیا۔ آیت اپنی ماں کو دیکھ کر چلی گئی۔ وہ اپنے ماں باپ سے بہت محبت کرتی تھی اور اپنی ماں سے زیادہ بحث بھی نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے کمرے میں جا کر وضو کیا سفید رنگ کا سکارف پہنا اور ایک سکارف عنادل کو پہنایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے نکل آئی۔ کمرے سے ڈرائنگ روم کے راستے تک بھی اسے احسن کے قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ نظر انداز کرتی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی اور دونوں بہنیں سپارہ اور قرآن پکڑ کر اپنا سبق دوہرانے لگیں۔

قاری صاحب آ گئے تھے۔ ان کے ساتھ ہی عبدل احد بھی ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور ثانیہ اور احسن جلدی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگے جو کہ دوسری منزل پر تھا۔ قاری صاحب ان دونوں بہنوں کو دیکھ کر شفقت سے مسکرائے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قاری صاحب پچاس سالہ آدمی تھے، سفید داڑھی جس میں چند کالے بال ہی نظر آتے تھے، ذرا پیٹ بڑھا ہوا تھا اور سر کو ٹوپی سے ڈھک کر رکھتے۔ایک مسجد میں امام بھی تھے اور عصر اور مغرب کے درمیان ان بچوں کو پڑھانے آتے تھے۔

آتے ہی انہوں نے آیت سے سبق سنا اور اسے پڑھانے لگے۔آخری لائن پڑھاتے ان کی نظر دروازے سے اندر آتے احسن اور ثانیہ پر پڑی۔ قن دونوں کو دیکھ کر انہوں نے دوبارہ پڑھانے پر توجہ دی۔جب سبق پڑھا دیا پھر ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

تم دونوں لیٹ کیوں ہو؟"ان کی اواز میں خاصا رعب تھا۔آیت کو معلوم تھا ان کی"
درگت بنے گی اسی لیے دل ہی دل میں خود کی بات نہ سننے پر مطمئن بھی تھی مگر اتنی نہیں کیونکہ اسے بیستی پسند نہیں تھی۔وہ بھلے جس کی بھی ہو۔

قاری صاحب بس دیر ہو گئی۔"احسن کی آواز بھی کم ہو گئی تھی۔"

کیوں دیر ہو گئی ایسا بھی کیا کر رہے تھے تم دونوں باہر کھیل ہی رہے تھے نا۔احسن تم" اپنے ساتھ بہن کو بھی بگاڑ رہے ہو۔یہ جو تم لوگ پڑھ رہے ہو یہ اپنے لیے پڑھ رہے ہو اسے پڑھنے سے تمہیں نیکیاں ملیں گی۔"قاری صاحب انہیں سمجھانے لگے آیت اور عبدل احد نے سمجھ کر سر ہلایا۔

چلو بیٹھو دونوں اور کل سے تاخیر نہ کرنا۔" قاری صاحب نے انہیں بٹھایا اور عنادل کا" سبق سننے لگے۔ آیت بھی اپنا سبق دوہرانے لگی۔ آہستہ آہستہ ان کی آوازیں اونچی ہونے لگیں اور عربی زبان میں ادا کیے جانے والے مختلف الفاظ ماحول میں سکون طاری کر رہے تھے۔ بے شک اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

رات کا کھانا سب نے مل کر کھایا۔ ان کے والد بھی آ گئے تھے۔ اور کھانے کے دوران بڑے آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور چھوٹے خاموشی سے کھانا کھا رہے تھے۔ شرارتی احسن کبھی ثانیہ کو چھیڑ لیتا اور کبھی عنادل کو۔ دونوں ہی اسے غصے سے گھور کر سیدھی ہو جاتیں مگر احسن کی صحت پر اثر نہ پڑتا۔

عارفین اور عابد دو بھائی تھے۔ عارفین صاحب کی بیوی عارفہ تھیں اور ان کے تین بچے تھے سب سے بڑی آیت پھر عبدل احد اور سب سے چھوٹی عنادل۔ اور عابد صاحب کی بیوی منیبہ اور ان کا بیٹا احسن اور بیٹی ثانیہ۔ دونوں بھائی ایک بزنس چلاتے تھے۔ لیکن ان دونوں کی ایک بہن بھی تھی جو ھر جس کا شوہر رفاقت تھا اور دو ہی بچے تھے عون جو کہ آیت کا ہم عمر تھا اور عروہ پانچ سال کی تھی۔ کھانے کے بعد سب افراد اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ چھ سالہ عنادل اپنے والدین کے ساتھ ہی سوتی تھی لیکن آیت کے کمرے میں دو بیڈ فاصلے پر

رکھے گئے تھے جن میں ایک پر آیت سوتی اور دوسرے پر عبدل احد۔ کھڑکی کے ساتھ والا بیڈ آیت کا تھا اور دروازے کے قریب والا بیڈ عبدل احد کا جو کہ اصل میں تو عنادل کی ملکیت تھا مگر فلوقت وہاں عبدل احد سویا کرتا تھا۔

عبدل احد کمرے میں آتے ہی سو گیا لیکن آیت سٹڈی ٹیبل پر بیٹھ کر پڑھائی کرنے لگی۔اس کے کمرے میں ہر قسم کی آسائش تھی۔ ہلکے گلابی اور آف وائیٹ رنگوں کے امتزاج سے پینٹ شدہ وہ کمرہ بہت اچھا تھا۔ کھڑکی پر بھی گلابی رنگ کے پردے لٹکائے گئے تھے، کمرے میں ایک دیوار پر گول شیشہ نسب تھا اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا ٹیبل بنایا گیا تھا جس میں ان دونوں بہنوں کی تھوڑی بہت جیولری تھی اور ایک آدھ لپسٹک ورنہ بچپن میں ان کو ایسی چیزوں کی چاہ کہاں۔اسی ٹیبل کے اوپر ضرورت کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ باتھ روم کے ساتھ ان کی المیرا تھی جہاں ایک طرف عبدل احد کے کپڑے ہوتے اور دوسری طرف آیت نے اپنے رکھے ہوئے تھے۔ آیت تیسری جماعت کی طالب علم تھی ذہین تو وہ تھی ہی اور اسی کے ساتھ محنت بھی کرتی، عبدل احد دوسری جماعت میں تھا اور عنادل پہلی جماعت میں۔ وہ کافی دیر تک لیمپ کی روشنی میں بیٹھی پڑھتی رہی پھر جب پڑھ لیا اور نیند نے بھی گھیر رکھا تھا پھر سونے کے لیے لیٹ گئی۔

آیت اٹھو بیٹا فجر کی اذان ہو گئی ہے میں نماز پڑھنے لگی ہوں تم بھی پڑھ لو۔" صبح ہوئی تو" عارفہ بیگم اسے اٹھانے اس کے کمرے میں آئیں۔ نومبر کے مہینے کا وسط چل رہا تھا۔ اب سردیاں آنے لگی تھیں۔ وہ کسمسا کر کروٹ بدل گئی۔

"آیت اٹھو جلدی اب سے عادت ہو گی تو بڑی ہو کر کوئی نماز نہیں چھوڑو گی۔"

"امی میں نے نماز پڑھ لی ہے۔"

"کب پڑھی اذان تو ابھی ہوئی ہے۔"

"امی جب آپ اٹھا رہی تھیں تب پڑھی تو ہے۔"

"آیت وہ تم نے خواب میں پڑھی ہو گی حقیقت میں نہیں چلو اٹھو شاباش۔"

امی میں آج اللہ میاں سے کہہ دوں گی کہ وہ مجھے معاف کر دیں مجھ میں ہمت نہیں" ہے۔" آیت انہیں کہتی پھر نیند کی وادیوں میں گم ہو گئی۔ عارفہ بیگم نے اسے دوبارہ اٹھانا شروع کیا اور زبردستی بازو سے پکڑ کر اسے باتھ روم میں لے گئیں۔ اور باہر آکر اس کی کتابیں سمیٹنے لگیں جو رات کو وہ ٹیبل پر ہی رکھ کر لیٹ گئی تھی۔ وضو کر کے وہ کمرے سے باہر آئی۔

آیت یہ کتابیں بیگ میں ڈالا کرو اس طرح نہیں رکھتے۔"

"امی رات کو نیند آ گئی تھی۔"

"بیٹا کتنی بار سمجھایا ہے کہ رات کو دیر تک نہ پڑھا کرو ابھی تم بہت چھوٹی کلاس میں ہو اور پڑھنا بھی ہے تو صبح اٹھ کر پڑھا کرو اس سے سبق بھی نہیں بھولتا اور ذہن بھی ہشاش بشاش رہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے امی۔" اس نے ہمیشہ کی طرح جواب دیا۔ اور جائے نماز بچھا لیا۔ دونوں نے فجر کی نماز ادا کی اور دعا مانگنے لگیں۔

"امی پتہ نہیں لیکن فجر کی نماز کے لیے اٹھا نہیں جاتا اور جب وضو کر لیں پھر آہستہ آہستہ نیند اترنے لگتی ہے۔"

"ایسا ہی ہوتا ہے اسی لیے پھر ثواب بھی تو ملتا ہے نا۔"

"امی جب جنت میں سب کچھ نیکیاں کرنے سے ملے گا تو پھر دنیا میں پیسے سے سب کچھ کیوں ملتا ہے۔" عارفہ بیگم نے اپنی بیٹی کو حیرت سے دیکھا۔ وہ عمر میں آٹھ سال کی تھی اور قد بھی اچھا تھا اور دماغ اس کا باقی بچوں سے ذرا تیز تھا اور سوچنے کی صلاحتیں بھی تیز تھیں۔

"بیٹا بس نظام ہی ہے۔" وہ بس اتنا ہی جواب دے سکیں۔ اب کیا بتاتیں کہ انہیں پیسوں کے چکر میں لوگوں نے رشتوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

وہ پھر باتیں کرتی رہیں۔آیت کبھی انہیں سکول کی کسی ٹیچر کے الفاظ بتاتی رہی اور کبھی اپنی دوستوں کا ذکر کرتی۔۔یہ ان کا معمول تھا کہ وہ فجر کی نماز ادا کر کے اسی طرح باتیں کرتیں۔

"عنادل دودھ کا گلاس ختم کرو جلدی۔آیت کمرے سے بیگ لے آؤ اور تم احد اگر آج نیچے بیٹھ بیٹھ کر یونیفارم گندا کر کے آئے تو پھر دیکھنا۔" عارفہ بیگم نے باری باری اپنے بچوں کو کہا جبکہ منیبہ بیگم ثانیہ کے منہ میں کھانے کے نوالے ڈال رہی تھیں اور احسن ناشتا کم کر رہا تھا اور عابد صاحب کا ٹیبلٹ پکڑے کارٹون دیکھ رہا تھا۔ساتھ ہی بیٹھا عبدل احد ماں کے ڈر سے ناشتا تو کر رہا تھا لیکن ایک نظر کارٹونز پر بھی ڈال لیتا۔آیت بلیو کلر کے یونیفارم کے ساتھ وائیٹ سکارف سر پر اوڑھے ہوئے تھی وہ کمرے سے بیگ لائی۔ان کے یونیفارم میں قمیض شلوار تھی اور لڑکوں کی بلیو پینٹ ،وائٹ شرٹ ،بلیو ٹائی تھی۔وین کا ہارن بجا تو وہ تینوں جلدی سے بیگ لے کر باہر بھاگے۔ان کو گاڑی میں بیٹھے دو منٹ تو ہو چکے تھے جب تیسرے ہارن پر ثانیہ اور احسن باہر آئے۔وہ ہمیشہ ہر کام میں ہی دیر کر دیتے تھے۔ان کو بٹھا کر ڈرائیور نے وین چلا دی۔اور وہ لوگ سکول کے راستے پر چل پڑے۔جہاں ان کی ایک الگ

سرے سے یادیں بن رہی تھیں کئی اساتذہ اور کئی دوستوں سے واسطہ پڑتا تھا۔وہ ابھی بہت کچھ سیکھ رہے تھے۔

سب بچے سکول سے واپس آ گئے تھے وہ گھر آ کر کہیں ٹیوشن نہیں جاتے تھے ان کی مائیں ہی انہیں پڑھاتی تھیں۔فریش ہو کر وہ کارٹون دیکھنے لگے اور ساتھ ہی فروٹ چاٹ کھانے لگے۔عارفہ بیگم کچن میں داخل ہوئیں اور جیسے ہی ان کے لنچ باکس دھونے کے لیے انہیں کھولا۔آیت کے ٹفن میں آدھا انڈا اور پراٹھا پڑا ہوا تھا۔عارفہ بیگم نے اسے آواز دی اور وہ فوراً ان کے پاس پہنچی۔

"آیت میں دیکھ رہی ہوں اب کئی بار تم ٹفن ایسے ہی لاتی ہو کیا مسئلہ ہے کھانا کیوں نہیں کھاتی؟"عارفہ بیگم نے ایک ہاتھ کمر پر ٹکایا اور آبرو اچکائے۔

"امی لڑکیاں میرے ٹفن سے کھاتی ہیں۔"

"تو کیا ہوا۔"

لیکن مجھے اچھا نہیں لگتا میں ان کے ساتھ نہیں کھا سکتی۔"عارفہ بیگم کو اس کی دلیل پر "تعجب ہوا تھا۔

نوولز کلب
Clubb of Quality Content

"بیٹا اس میں کوئی بڑی بات تو نہیں ایسے سب مل جل کر کھا لیتے ہیں ایک دوسرے کا
کھانا شئیر کر لیتے ہیں۔"

"ہزار بار کریں لیکن مجھے اچھا نہیں لگتا اور آپ کو پتہ ہے لڑکیاں کھانا کھاتے ہوئے منہ
بند نہیں کرتیں اگر آپ بھی دیکھیں تو پاس بیٹھے انسان کو اچھا نہیں لگتا۔"

"آیت میں تمہیں کبھی نہیں سمجھ سکتی تم نا جانے کیا کیا سوچتی رہتی ہو یہ سب تو عام ہے
دنیا میں کئی اقسام کے لوگ ہیں ہر کسی کی شکل و صورت الگ ہونے کی طرح ان کی عادات
بھی مختلف ہیں۔"

"امی لیکن منہ کھول کر کھانا کھانا اچھی بات نہیں ہے اور میں کسی کے ساتھ بھی پر سکون
نہیں ہوتی۔"

"اچھا میری ماں تم نہ کسی سے گھل مل جانا بس تم ہو تمہارے ماں باپ ہیں، تمہارے
بہن بھائی ہیں اور اس کے علاوہ دو کزنز اس کے علاوہ کسی سے ملو گی تو پھر ہی کچھ سیکھو گی کسی
کے ساتھ رہنے کا ڈھنگ آئے گا۔"

"میں کیوں رہوں کسی کے ساتھ میرے لیے یہی لوگ کافی ہیں زیادہ لوگ زندگی میں
شامل کر کے انسان کسے اہم رکھے اسی الجھن میں رہتا ہے۔"

"تم اتنی بڑی باتیں کہاں سے سیکھتی ہو۔"

"میری ٹیچر بتا رہی تھیں۔"

افففف خدایا آیت ہر بات پر بھی عمل نہیں کر لیتے وہ بڑوں کی باتیں ہیں اور تم ہر بات پر پکی ہو جاتی ہو۔"

"عارفہ کوئی شک نہیں کہ لڑکیاں ماں اور استاد سے ہی ڈرتی ہیں اور انہیں کی بات مانتی ہیں۔" منیبہ بیگم بھی کچن میں داخل ہوئیں۔

"منیبہ یہ بات بھی ہے لیکن یہ تو پتہ نہیں کس پر گئی ہے۔" عارفہ بیگم نے ٹفن دھو کر ٹوکری میں رکھے۔ آیت انہیں کھڑی دیکھتی رہی۔

"چلو جاؤ دیکھ لو کارٹون۔" عارفہ بیگم نے اسے بھیجا اور دوبارہ منیبہ بیگم سے بات کرنے لگیں۔

"کئی مرتبہ میں نے دیکھا ہے کہ ٹفن ویسے ہی لاتی ہے اور آج پوچھنے پر پتہ چلا کہ محترمہ کی کلاس فیلوز کھانا ساتھ کھاتی ہیں اور یہ ان کے ساتھ کھانا پسند نہیں کرتی اور یہ کہ وہ منہ کھول کر کھانا کھاتی ہیں یہ عادت بھی اچھی نہیں۔" عارفہ بیگم نے آیت کی کہی گئی بات سنائی تو منیبہ بیگم ہنسنے لگیں۔

عارفہ یہ واقع ہی بہت بڑی چیز ہے اگر تو وقت کے ساتھ اس کی یہی عادت رہیں تو پھر "
اس کا رشتہ کرنا بہت ہی زیادہ مشکل ہو گا اور اگر باہر رشتہ کیا تو پھر یہ دیکھ کر ڈھونڈنا کہ لڑکے
"کا خاندان زیادہ نہ ہو اور گھر میں بھی ایک آدھ ہی فرد ہو۔

"مجھ میں تو ابھی ایسی سوچوں کی ہمت نہیں ہے میری بیٹی ابھی چھوٹی ہے۔"

سوچنے کی ہمت ہوتی بھی کس میں ہے بیٹیاں پھر بھی پرائے گھر بھیجنی ہی پڑتی ہیں اگر "
"ماں باپ کا بس چلے تو ساری عمر اپنے ہی گھر رکھیں مگر کیا کہہ سکتے ہیں بس نصیب اچھا ہو۔

"امین اور کیا۔ لیکن شکر ہے عنادل اور ثانیہ ایسا نہیں کرتیں۔"

ہاں یہ تو ہے۔" منیبہ بیگم نے کہا اور چولہے پر پتیلہ چڑھا دیا اب وہ رات کے کھانے کی "
تیاری کرنے لگی تھیں۔

Clubb of Quality Content

سب بچے اٹھو اور سونے کی تیاری کرو۔" رات کے وقت انہیں دوبارہ ٹی وی دیکھتے "
عارفہ بیگم ٹی وی لاؤنج میں آئیں اور انہیں اٹھنے کا کہا۔

امی یہ لوگ ٹی وی میں کہاں سے آتے ہیں میرا دل کرتا ہے میں ٹی وی کو کھول کر اس "
کے اندر چلا جاؤں۔" عبدل احد کی بات پر سب بچے کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔ عارفہ بیگم بھی
مسکرائیں۔ بچپن کی باتیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں۔

بیٹا ایسا نہیں ہوتا انہوں نے یہ سب کیمرے سے ریکارڈ کیا ہوتا ہے اور پھر ٹی وی پر چلتا
ہے۔"

"اچھا! تو اس کا مطلب یہ اصل میں ہوتے ہیں۔"

"نہیں کارٹونز اصل میں نہیں ہوتے۔"

"تو پھر یہ کیسے یہاں موجود ہیں۔"

"احد جب بڑے ہو جاؤ گے تو سب سمجھ آ جائے گا۔"

"امی بتا دیں نا۔"

احد اٹھو بیٹا اور سونے کی تیاری کرو کسی اور دن بتاؤں گی۔" آیت پہلے ہی عنادل کا ہاتھ پکڑے اسے سلانے کے لیے لے گئی تھی۔ عارفہ بیگم نے ان تینوں کو بھی کمروں میں بھیجا اور پھیلاوا سمیٹنے لگیں۔

تمہیں پتہ ہے میرے بابا جب اس بار دوبئی سے آئے تھے تو میرے لیے بہت ساری گڑیا اور چاکیلٹس لائے تھے۔" آیت کی دوست افرا نے منہ کو گول کرتے بتایا۔ لنچ کے وقت اس کی فیلوز لنچ کر رہی تھیں اور ساتھ بیٹھی آیت بسکٹ کھاتی انہیں سن رہی تھی۔

اور میرے بابا نے اس بار چھٹیوں میں ہمیں مری لے جانے کا وعدہ کیا ہے۔"رابعہ " نے بھی اپنی بات کہی۔

ہم اس بار چھٹیوں میں اسلام آباد نانی کے پاس جائیں گے۔اسلام آباد بہت پیارا" ہے۔"ماریہ نے اپنا منصوبہ بتایا۔

آیت تم کہیں نہیں جاؤ گی ؟"افرا کو اس کا خیال آیا جس نے اپنا منصوبہ نہیں بتایا تھا۔"

"کیوں نہیں میں جاؤں گی بلکہ ہم سب گاؤں میں نانی کے پاس جائیں گے۔"

گاؤں ؟ تم گاؤں جاؤ گی ؟"ماریہ نے حیرت کا اظہار کیا۔"

کیوں گاؤں کو کیا ہے۔گاؤں کتنا خوبصورت ہوتا ہے ہر طرف فصلیں ہوتی ہیں امی" "کہتی ہیں گاؤں کی ہوا بہت اچھی ہوتی ہے۔

"آیت گاؤں میں تمہیں پتہ ہے کتنی گندگی ہوتی ہے اور تم وہاں جانا پسند کرتی ہوں۔"

مجھے نہیں لگتی گندگی۔پر سکون فضا ہوتی ہے خیر میں ہی جا رہی ہوں تم تو نہیں" جا رہی۔"آیت نے کہا اور آخری ٹکڑا منہ میں ڈال کر ریپر ڈسٹ بن میں ڈالنے چلی گئی۔بچپن کی ایک بات بہت اچھی ہوتی ہے ہم دوستوں کو جواب دے دیتے ہیں تب جلد ہی جھگڑا کرنے کے بعد ایک جیسے ہو جاتے ہیں تب باتیں ساری زندگی

کے لیے دل سے نہیں لگائی جاتیں۔آیت اور اس کی دوستوں کا بھی یہی سلسلہ تھا۔بحث بھی کرتیں پھر بھی اکھٹی ہی ہوتیں۔

امی، آنٹی یہ دونوں آج سکول میں لڑائی کر کے آئے ہیں ان کا حشر دیکھ لیں کیا بنایا ہوا ہے۔"لاؤنج میں داخل ہوتے آیت نے اونچی آواز میں کہا۔باقی سب بھی اس کے پیچھے داخل ہوئے۔وہ دونوں ابھی دوپہر کا کھانا کھا کر آرام کے لیے بیٹھی تھیں۔عبدل احد اور احسن کے بال بھی بکھرے ہوئے تھے اور کپڑے گندے تھے۔

آپس میں جھگڑ کر آئے ہیں؟"منیبہ بیگم اٹھیں اور احسن کی طرف بڑھیں۔عارفہ " بیگم وہیں بیٹھی رہیں۔

ہاں اور پرنسپل نے بابا سے شکایت بھی کر دی ہے۔"آیت نے ان دونوں کا بیگ لیا اور " کمرے میں رکھنے چلی گئی۔بڑی بڑی آنکھوں والی عنادل ان سے غافل آیت کے پیچھے چلی گئی۔

"کیوں جھگڑے تم دونوں؟"

کیونکہ اس نے مجھے گالی دی تھی۔"عبدل احد نے اپنی طرف سے صفائی دی۔ "

"احسن تم نے گالی کیوں دی؟"

"کیونکہ اس نے مجھے مارا ہے۔"

"تم نے کیوں مارا احد؟"

"آنٹی اس نے پہلے میرے اوپر پانی گرایا تھا۔"

"تو پھر سیدھی طرح بتادو کہ اس طرح لڑائی ہوئی پیچھے جانے کی کیا ضرورت ہے۔"

چلو تم اندر تمہیں تو میں بتاتی ہوں تمہاری شرارتیں ختم ہی نہیں ہوتیں آنے دو" تمہارے بابا کو بتاتی ہوں ایسے دن بدن بگھڑتے جارہے ہو۔" منیبہ بیگم احسن کو بازو سے پکڑتیں سیڑھیاں چڑھ گئیں۔ ثانیہ بھی بیگ ہاتھ میں پکڑ کر ان کے پیچھے ہی چلی گئی۔ جسامت زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ بمشکل ہی بیگ کے ساتھ چڑھ رہی تھی۔

عارفہ بیگم کچھ دیر تو عبدل احد کو گھورتی رہیں پھر اٹھ کر اس کے پاس آئیں۔

چلو اب میں تمہارا کچھ نہیں کر سکتی پہلے کھیل کر گندے کرتے تھے کپڑے آج لڑائی کر لی اگر اس نے گرادیا تھا تو پھر تم ہی صبر کر لیتے نہیں لڑائی کر کے تیر مارنا ضروری تھا۔" عارفہ بیگم بیگ اٹھا کر آگے آگے کمرے میں داخل ہوئیں اور وہ پیچھے پیچھے ماں کی مزید ڈانٹ سے ڈرتا داخل ہوا۔

آیت تم دونوں جاؤ کچن میں شیلف پر دو پلیٹس میں چاول رکھے ہوئے ہیں۔ایک اٹھالو" جس میں تین چمچ ہیں اور ٹی وی دیکھ لو پھر قاری صاحب بھی آجائیں گے۔"عارفہ بیگم نے عبدل احد کی شرٹ اتارتے آیت سے کہا۔وہ دونوں باہر نکل گئیں۔

دن گزرتے گئے دسمبر بھی آگیا اور دسمبر کا وسط بھی گزر گیا۔دسمبر کی چھٹیاں ہونے کو دو دن رہتے تھے۔سردی ہونے کی وجہ سے سب لاؤنج میں ہی ہیٹر چلائے بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے ساتھ عابد صاحب کی فیملی نہیں تھی۔

عارفین بچوں کے گرم کپڑے لینے تھے میں کہہ رہی تھی کہ بازار سے ہو آتے "ہیں۔"

ہاں بابا میں نے بھی بھالو والا کوٹ لینا ہے۔"عنادل نے اپنی فرمائش سنائی تو عارفین" صاحب نے پیار سے اس کا گال چوما۔

تم بھالو والے کوٹ لے کر ہی خوش نہیں ہوتی۔"عبدل احد نے اس کی فرمائش پر کہا۔"

احد بیٹا بہنوں کو اس طرح نہیں کہتے۔"عارفین صاحب نے اسے ٹوکا۔"

بابا میں نے ایسا بھی کچھ نہیں کہا۔"احد نے منہ پھلایا۔"

احد میں دیکھ رہی ہوں اگر یہی حرکتیں رہیں نا تو پھر گاؤں لے کر نہیں جاؤں گی۔" عارفہ بیگم نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تو وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

امی وہاں کتنا مزہ آئے گا سب کتنا خیال کرتے ہیں سب بہت پیار بھی کرتے ہیں۔ رفیعہ " ممانی مجھے بہت اچھی لگتی ہیں اور بڑی ممانی بھی اچھی ہیں وہ بھی خیال کرتی ہیں ہیں نا امی؟" آیت نے اپنی رائے کا اظہار کر کے عارفہ بیگم سے تصدیق چاہی تو وہ بس دھیما سا مسکرا اٹھیں ان کے پاس جواب نہیں تھا۔ بچوں کو سب کچھ اچھا لگتا ہے اصلیت تو انہیں معلوم ہوتی ہے جنہوں نے دوسروں کے ساتھ وقت گزارا ہوتا ہے۔ اپنی ہوش میں دوسروں کے لہجے اور رویے سہے ہوتے ہیں۔ عارفین صاحب نے ایک نظر عارفہ بیگم کو دیکھا پھر اپنی بیٹی کی طرف متوجہ ہوئے۔

بیٹا سب اچھے ہوتے ہیں اب چلو اٹھو بازار جانا ہے نا آج میرے بچے جو کہیں گے میں " وہ دلاؤں گا۔" انہوں نے خاموش ماحول میں خوشی بکھیر دی تھی۔ عارفہ بیگم بھی مسکرا کر اٹھ گئیں۔

کچھ دیر بعد وہ مال پہنچ چکے تھے۔ عارفہ بیگم بچوں کی چیزیں لینے لگیں۔ اور عارفین صاحب اپنے ساتھ تینوں بچوں کو لیے عارفہ بیگم کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ آیت عبدل احد کا ہاتھ پکڑے اپنی مطلوبہ چیز تلاش کر رہی تھی۔ جوتوں والی شاپ میں جب وہ داخل

ہوئے تو وہ عبدل احد کو چھوڑ کر ایک طرف ریک میں پڑے اپنے سائز کے جوتوں کی طرف لپکی۔اسے یاد تھا پچھلی سردیوں میں جب وہ لوگ گاؤں گئے تھے تو اس نے ہمشا کو اپنی والدہ سے جوتوں اور اون کے بنے سکارف کی فرمائش کرتے سنا تھا کیونکہ اسے آیت کا سکارف اور جوتے پسند آئے تھے اور اس کی ماں نے اس کی فرمائش پر لے کر دینے کا کہتے اسے ٹال دیا تھا۔آیت کو آج بھی اس کا چہرہ یاد تھا کتنی حسرت تھی اس کی آنکھوں میں جب وہ کمرے میں کھڑی اپنی ماں کو آہستہ آواز میں کہہ رہی تھی کہ اسے بھی جوتے اور سکارف چاہیے اور اگر جوتے نہ بھی لے کر دیں تو سکارف لے دیں یا دونوں میں سے ایک چیز۔

آیت کی نظر ان جوتوں میں سے ایک پر ٹکی۔ہلکے گلابی رنگ کے بند شوز دیکھ کر اس کی آنکھیں چمکی تھیں۔وہ جوتے آیت کے پاس پہلے سے موجود جوتوں سے ملتے جلتے تھے بس آیت کے جوتوں کا رنگ سفید تھا اور وہ گلابی رنگ کے تھے۔اس نے وہ شوز نکلوائے اور اس سے چھوٹے سائز بھی ڈھونڈنے لگی۔اس نے پاس کھڑے سیلز بوائے سے پانچ سالہ بچی کے جوتے دکھانے کا کہا۔اس لڑکے نے سفید رنگ کے شوز نکالے۔

"ہاں یہ گلابی جوڑے ہمشا کے پہنے بہت پیارے لگیں گے۔اور یہ جوتے فاہا پر اچھے لگیں گے۔"آیت نے دل ہی دل میں سوچا اور مسکرا اٹھی۔

آیت تم کیا لے رہی ہو؟" عارفین صاحب اس کی طرف بڑھے۔ عارفہ بیگم بھی" عبدل احد اور عنادل کے جوتے لے کر اس کی طرف آئیں۔

یہ کیا ہے آیت تمہارے تو شوز ہیں نا اور یہ اتنا چھوٹا سائز یہ تو عنادل کے بھی چھوٹا" ہو گا۔" عارفہ بیگم نے سفید جوتے دیکھ کر حیرت سے کہا۔

یہ میرے لیے نہیں ہیں یہ ہمشا اور فاہا کے لیے ہیں۔" دونوں کو حیرت ہوئی تھی۔"

لیکن پھر ازرین بھی ہے اور تمہارے دوسرے ماموں کی بھی بیٹی ان کے لیے بھی لینا" "ہو گا تمہیں۔

امی یہ تحفہ ہے۔ اور تحفے ہر کسی کو نہیں دیے جاتے بس خاص لوگوں کو دیے جاتے" ہیں۔" آٹھ سالہ آیت کی بات پر دونوں میاں بیوی نے ایک دوسرے کو دیکھا وہاں کھڑا لڑکا بھی اس کی سوچ سے متاثر ہوا تھا۔

چلو ٹھیک ہے جلدی سے پیک کروالو ہم نے آگے بھی جانا ہے۔" عارفین صاحب نے" اس لڑکے کو پیک کرنے کا اشارہ کیا۔

کیا وہاں اون کے سکارف ہوں گے؟" آیت نے چہرہ اٹھا کر پوچھا۔"

اون کا سکارف؟" تمہیں بھی اون کے سکارف کا پتہ ہے؟" عارفین صاحب نے" پوچھا۔

Clubb of Quality Content

ہاں مجھے پتہ ہے مجھے جو ھر پھو پھو نے بتایا تھا۔عارفین صاحب مسکرادیے۔پھرانہوں" نے جوتے لیےاور وہاں سے باہر نکل گئے۔

اس نےاون کے بھی دو ہی سکارف لیےاور ریسٹورینٹ میں کھانا کھایااور تھک ہار کر گھر واپس آ گئے۔

آج تو مزہ آجائے گا آج چھٹیاں ہو جائیں گی پھر نانو کے پاس جائیں گے۔"عبدل احد" نے چہکتے ہوئے تالیاں بجائیں۔

ہم بھی چلے جائیں گے نانو کے گھر۔"احسن نے بھی اپنی خوشی بتائی۔بچوں میں یہی" عادت ہوتی ہے ایک اگر کچھ بتارہا ہے دوسرے نے بھی وہی کہنا ہے اگر ایک نے کچھ کیا ہے یا کوئی چیز پسند کی ہے دوسرے نے بھی مقابلے میں وہی کرنا ہے۔

لیکن تمہاری نانو نہیں ہیں۔"عبدل احد نے تو بول دیا لیکن ناشتے کی ٹیبل پر موجود" سب بڑوں نے محسوس کیا تھا۔

احد ایسا نہیں کہتے خاموش ہو جاؤ۔"عارفہ بیگم نے اسے گھور کر خاموش کروایا۔لیکن" عبدل احد منہ بسور کر رہ گیا کہ اس نے ایسا کیا کہہ دیا۔وہ ہمیشہ ہی ایسا کچھ بول دیتا کہ سب اسے ٹوک دیتے۔

صبح میں نے تم لوگوں کو نہلا دیا ہے اب سر میں مٹی ڈال کر مت آنا ایسے ہی گاؤں جائیں گے۔" عارفہ بیگم نے خاص طور پر عبدل احد کو نصیحت کی تھی۔ عارفہ بیگم منیبہ بیگم کے مقابلے میں بچوں کا زیادہ خیال رکھتیں ان کو اچھے برے کی تمیز سکھاتی تھیں اور اگر وہ ذرا سی بھی غلطی کر دیتے وہ انہیں ڈانٹتی بھی تھیں۔ لیکن منیبہ بیگم اپنے بچوں کی اتنی پرواہ نہیں کرتی تھیں اور اسی بدولت وہ ذرا ضدی طبیعت کے مالک تھے۔ ناشتے کے بعد بچوں نے سکول کے بیگ اٹھائے اور دروازے کے پاس کھڑے ہو گئے۔ سکول وین آئی اور انہیں لے گئی۔

سب بچے تیار ہو کر باہر لان میں کھڑے تھے۔ دونوں مائیں تیاری کرنے کے بعد سامان رکھ رہی تھیں۔ عارفین صاحب اور عابد صاحب دونوں ہی لاؤنج میں بیٹھے بزنس کی باتیں کر رہے تھے۔ دونوں بھائیوں میں اتفاق تھا۔ اور ان کی بیویوں میں بھی۔

احسن نے شرارت کرتے عنادل کے بازو پر چٹکی کاٹی اور وہ اونچی اونچی رونے لگی۔ عبدل احد نے جلدی سے آگے بڑھ کر احسن کی کمر میں تھپڑ لگایا۔ اور پھر دونوں میں دھکم پیل جاری ہو گئی۔ آیت نے آگے بڑھ کر انہیں چھڑوایا۔ دونوں کے بال بکھر گئے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔"احسن پھر آگے بڑھا۔آیت نے اسے پیچھے کیا اور ان دونوں کے درمیان کھڑی ہو گئی۔

"تم آرام سے رہو تم نے پہلے عنادل کے چٹکی کاٹی تھی۔"

کیا ہوا ہے لڑکیوں رہے ہو؟"سب بڑے بھی آگئے تھے۔عارفہ بیگم نے آیت کو پیچھے کرتے پوچھا۔

اس نے عنادل کے بازو پر چٹکی کاٹی اور پھر احد اور یہ دونوں لڑ پڑے۔"آیت نے وجہ بتائی۔

میں نے تمہیں ہزار بار کہا ہے کہ ہر وقت شرارتیں نہ کیا کرو۔"منیبہ بیگم نے احسن کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

اور تم ذرا صبر کر لیتے۔"عارفہ بیگم نے بھی عبدل احد کو گھور کر کہا۔"

دل تو کر رہا ہے یہیں چھوڑ کر چلی جاؤں یہیں رہنا پھر تم۔"منیبہ بیگم اسے ڈانٹ رہی تھیں۔

عارفین آپ تو بچوں کو دیکھ سکتے تھے نا۔"عارفہ بیگم عارفین صاحب کے سر ہوئیں۔"

"بیگم صاحبہ میں کیسے دیکھ لیتا مجھے خواب تو نہیں آیا تھا کہ ہماری نسلیں لڑ پڑیں گی۔"

عارفین صاحب نے ماحول کو خوش گوار کرنے کے لیے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

بابا یہ آپ کی نسلیں ہیں؟"آیت نے تجسس سے پوچھا۔"

ہاں اور چلو شاباش چل کر گاڑی میں بیٹھو تم بھائیوں کو روک نہیں سکتی" تھی۔"عارفین صاحب اسے بازو سے پکڑ کر گاڑی کی طرف لے گئے۔

بابا میں نے ہی انہیں روکا تھا۔"آیت نے اپنی صفائی پیش کی مگر وہ بات تو تبھی ختم" ہو گئی تھی۔ وہ دونوں بھی بچوں کو لیے اپنی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئیں۔ بچوں کی وجہ سے ان دونوں میں کبھی بھی لڑائی یا بحث نہیں ہوئی تھی کیونکہ ان دونوں کو ہی علم تھا کہ بچے بچے ہی ہوتے ہیں اور وہ تو لڑائی کے دو منٹ بعد ہی آپس میں بول پڑتے ہیں اور وہ سمجھدار ہو کر بھی بچوں کے پیچھے اپنا رشتہ خراب نہیں کر سکتی تھیں۔ یہ سب بچوں کے چھوٹے ہونے تک کی ہی باتیں تھیں۔ جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں تب کون برداشت کرتا ہے کسی کا کسی دوسرے کے بچوں کے بارے میں ذرا سا کچھ کہنا۔

امی آپ مجھے ہی ڈانٹتی ہیں عنادل میری بہن ہے احسن کی بہن نہیں ہے کہ وہ کچھ بھی" کہے اور میں بھی آرام سے کھڑا دیکھتا رہوں اور کچھ نہ کہوں۔"سات سالہ عبدل احد نے منہ پھلائے ذرا سمجھداری کا مظاہرہ کیا۔

تم نے بالکل ٹھیک کیا میرے شیر۔ بھائی ہی بہنوں کے لیے لڑتے ہیں اور ان کا سہارا" بنتے ہیں۔ تم بڑے ہو کر بھی اپنی بہنوں کا ایسے ہی خیال رکھنا انہیں کچھ مت کہنا اور ان کا

ہمیشہ ساتھ دینا۔ تم ایسا کرو گے نا احد؟" عارفین صاحب نے فرنٹ مرر سے اس سرخ و سفید رنگت والے بچے کو دیکھ کر تصدیق چاہی تھی۔

ہاں میں کروں گا۔" عبدل احد نے پر عزم انداز میں کہا۔"

امی آپ کو وہاں جا کر اس لحاظ سے بھی ذرا سکون ہو گا کیونکہ وہاں احد کی عمر کا کوئی بھی" نہیں ہے۔" آیت نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن میرے بڑے بھائی ہیں وہ مجھے بہت پیار کرتے ہیں۔"

وہ تو بڑے بھائی ہیں لیکن دوست تو نہیں ہیں نا۔" آیت نے ہنس کر اسے جتایا۔"

بیٹا تمہارے تو ہیں نا بس تم راضی رہو ہمیں اور کسی کو راضی نہیں رکھنا۔" عارفہ بیگم" نے اسے کہا تو وہ اور کھلکھلائی۔

میری وہاں پر دو دوستیں ہیں اور خالہ بھی ہیں۔" آیت نے عبدل احد کو بتاتے انگلیوں" کا اشارہ بھی کیا۔

"وہ خالہ میری بھی ہیں۔"

"جانتی ہوں مگر تم نے سارے بھائی لے تو لیے ہیں تو پھر خالہ میری ہوئیں۔"

"نہیں تم بھی بھائیوں میں سے کچھ بھائی لے لو۔"

کیوں تم نے سیل لگائی ہوئی ہے۔"آیت نے دوبدو جواب دیا۔دونوں میاں بیوی ہنس پڑے۔شہر سے گاؤں کا راستہ پینتالیس منٹ کا تھا۔

"اور ویسے بھی مجھے لڑکے نہیں پسند۔"آیت نے ناک چڑھا کر ہاتھ ہلایا۔جیسے سامنے لڑکے کھڑے ہوں اور انہیں ایک ہاتھ سے ہی پرے کر دے گی۔

"میں بھی لڑکا ہوں تمہیں میں بھی نہیں پسند؟"احد پوری طرح اس کی طرف گھوما اور آس سے بہن کو دیکھا۔

"تم تو پسند ہو تم بھائی ہو میرے لیکن باقی سب بھائی نہیں ہیں۔"

"شکریہ بہن مجھے بھی تم بہت پیاری لگتی ہو تم مجھے اپنے بال دے دو یہ بہت لمبے ہیں میں انہیں اپنے سر پر لگانا چاہتا ہوں۔"عبدل احد نے اس کے کھلے بالوں کی طرف اشارہ کیا تو دونوں میاں بیوی ہنس دیے کیونکہ آیت نے فوراً سکارف اوڑھ لیا تھا۔

"گندے بچے ایسے کون کہتا ہے لڑکے بال نہیں بڑھاتے بال لمبے لڑکیوں پر ہی اچھے لگتے ہیں۔"

"لیکن اگر لڑکے لمبے رکھ لیں۔"

بیٹا مرد لمبے بال نہیں رکھتے۔" عارفہ بیگم کو پھر سے ان کی گفتگو میں مداخلت کرنی پڑی۔انہیں کبھی کبھی وہ اپنے مرحوم بھائی جیسا ہی لگتا اس کے نین نقش بھی اسی پر گئے تھے اور باتیں بھی وہ انہیں کی طرح کرتا تھا۔

ٹھیک ہے امی لیکن جب میری شادی ہو گی تو پھر میری بیوی کے بھی لمبے لمبے بال ہوں گے۔" بیک وقت تینوں نے اسے پلٹ کر دیکھا۔دونوں بہن بھائیوں کے درمیان میں بیٹھی عنادل بڑی بڑی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی اسے زیادہ باتوں کی سمجھ نہیں تھی۔

احد یہ باتیں کون سکھاتا ہے بچے ایسی باتیں نہیں کرتے اگر آئندہ تم مجھے ایسی باتیں کرتے سنائی دیے تو پھر دیکھنا۔" عارفہ بیگم نے اسے ڈپٹا تو وہ خاموش ہو گیا۔

امی پرسوں احسن کہہ رہا تھا کہ وہ جب بڑا ہو گا تو اس کی شادی ہو گی اور اس کی بیوی کے بھی بال آیت کے بالوں کی طرح لمبے ہوں گے۔" عارفہ بیگم نے تاسف سے اپنا ماتھا پیٹا۔منیبہ بیگم تو اپنے بچوں کو نہ روکتیں وہ سارا دن جو مرضی کرتے پھریں جو مرضی دیکھیں لیکن عارفہ بیگم کو اپنے بچوں کی تربیت کی فکر تھی۔

ٹھیک ہے احسن جو کچھ مرضی دیکھے یا جو کچھ مرضی بولے لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ تم اس سے یہ سب کچھ سیکھتے پھرو اور اسی کی زبان بولو میں تمہارے منہ سے دوبارہ ایسی فضول باتیں نہ سنوں۔"

ٹھیک ہے امی۔"عبدل احد خاموش ہو گیا۔اس کے بعد وہ نہ بولا اور راستہ خاموشی "
سے کٹ گیا۔

وہ لوگ گاؤں پہنچے اور مزید غور سے ان راستوں کو دیکھنے لگے۔

بس نانو کا گھر آنے والا ہے ہاں اب یہاں سے ٹرن لیں گے ہاں اب یہاں سے ٹن ٹنا"
ٹن نانو کا گھر آ گیا۔"آیت کے انداز سے خوشی صاف جھلک رہی تھی۔

کھیتوں کے بیچوں بیچ وہ ایک بڑا سا پرانے طرز کا گھر بنایا ہوا تھا لیکن عمارت کے خدوخال سے واضح ہو رہا تھا کہ ابھی تازہ تازہ پینٹ کروایا ہے۔ان کی نانو کا گھر فصلوں کے درمیان میں تھا۔اور ذرا دور کئی گھر نظر آ رہے تھے جہاں سب لوگوں کے گھر تھے اور ایک چھوٹا سا گھر گاؤں کے اندرون میں بھی تھا۔بڑے سے لوہے کے دروازے کے باہر ان کی نانی انہیں کے انتظار کے لیے کھڑی تھیں اور پہلے ہی بازو پھیلا لیے تھے تاکہ ان کا نواسا اور نواسیاں ان کے گلے سے لگ کر ان کی روح کو سکون دے دیں۔آیت نے نانی کو دیکھ کر عجلت میں دروازہ کھولنا چاہا تو وہ نہیں کھلا۔

آیت لاک تو کھول لو۔"عارفہ بیگم نے اسے کہا تو وہ خود کا ہی ماتھا پیٹتی لاک کھول کر "
دروازے کو کھولتی جلدی سے باہر نکلی۔اور جلدی سے نانی کے سینے سے لپٹ گئی۔نانی نے

ماتھا چوما اور پھر گال۔ پھر باری باری باقی بچوں سے بھی ملیں اور کافی دیر اپنی بیٹی عارفہ کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ سب افراد نانی کے ہمراہ اندر بڑھے۔

سامنے ہی بڑی سی عمارت تھی جو کہ حویلی کی طرح ہی تھیں۔ دروازے سے داخل ہوتے ہی بڑا سا صحن تھا جو کہ اینٹوں سے پکا کیا گیا تھا اور سامنے ہی بڑی عمارت اور بائیں ہاتھ پر دو فٹ کی دیوار کے ساتھ کافی زیادہ خالی جگہ تھی جس میں کچھ جانور تھے جن میں بھینس، گائے اور بکریاں شامل تھیں۔ اور ایک طرف مرغیوں، طوطوں اور خرگوشوں کا بھی ڈربہ بنایا گیا تھا۔ سامنے ہی ایک برآمدہ تھا جس میں جانوروں کو باندھتے۔ جانوروں کو اس کے نانا لوگ ہی سنبھالتے اور ایک ملازم بھی رکھا ہوا تھا۔ ویسے تو مردوں کو گھر میں آنے جانے کی اجازت نہیں تھی مگر وہ ملازم ان کا رشتے دار ہی لگتا تھا تو اسی لیے اسے رکھا تھا۔ اس کی بھی ایک دو بھینسیں ساتھ ہی بندھی ہوئی تھیں اور وہ سب کو سنبھالتا۔

سب لوگ گھر کے اندرون کی طرف بڑھے جہاں بڑا سا برآمدہ تھا اور کمرے تھے اور ایک طرف سے سیڑھیاں دوسری منزل پر بھی جاتیں جہاں کچھ اور کمرے تھے اور سب سے اوپر چھوٹی منڈیر والی چھت تھی۔ جیسے ہی برآمدے کے قریب پہنچے کئی لوگ باہر آ گئے تھے۔ سب سے آگے شمشاد ممانی کھڑی تھیں اور ان کے ساتھ ہی ایک قدم پیچھے ان کے شوہر نزاکت ماموں کھڑے تھے۔ بارہ سالہ ازرین بھی ماں باپ کے ساتھ کھڑی

تھی۔آیت ان سے ملی ضرور تھی مگر اس کی نظریں کسی اور کی متلاشی تھیں۔باری باری سب میز بانوں سے ملے۔آوازیں سن کر سر پر ڈوپٹہ اوڑھتی رفیعہ ممانی بھی حاضر ہوئیں۔آیت مسکرا کر ان کی کمر کے گرد بازو حمائل کر گئی۔ان سے مل کر اس نے کچن کی طرف قدم بڑھائے کچن میں جھانک کر دیکھا وہاں ایک ملازمہ آٹا گوندرہی تھی پھر اس نے سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھائے جلدی جلدی سے سیڑھیاں چڑھتی وہ سیدھی چھت پر چلی گئی۔بڑی سی چھت پر دو چار پائیاں بچھائی گئی تھیں اور ایک پر وہ بیٹھی پڑھائی کرنے میں مصروف تھی۔اور ساتھ ہی پانچ سالہ فاہا بیٹھی ہوئی اس کی کتابوں کو چھیڑ رہی تھی اور اسے بار بار منع کرنا پڑتا۔

"ہمشا!"آیت نے تقریباً چلا کر اس کا نام پکارا تھا۔ہمشا کے ساتھ ایک طرف زمین پر کچھ چیزیں بکھیرے سوئچ بورڈ کو ٹھیک کرتے عبدل نجم نے بھی چونک کر اسے دیکھا تھا۔سامنے ہی اس ہلکے گلابی اون کے سکارف میں لپٹے چہرے والی آیت کھڑی تھی اور پھر جلدی سے ہمشا کی طرف بھاگی تھی۔دونوں زور سے ایک دوسرے کے گلے سے لپٹیں۔سرخ و سفید رنگت اور براؤن لمبے بالوں اور براؤن ہی آنکھوں والی ہمشا بہت خوش تھی۔ان دونوں میں آنکھوں کی بدولت ذرا مشابہت تھی کیونکہ دونوں کی ہی آنکھیں براؤن تھی اور جب سورج کی کرنیں آنکھوں پر پڑتیں تو اور بھی زیادہ براؤن لگتیں۔آیت

اس سے الگ ہوئی اور فاہا کی طرف بڑھی جو کہ پہلے ہی بازو پھیلائے آیت کے گلے لگنے کو تیار تھی۔آیت نے ان کے پاس بیٹھنے سے پہلے ایک نظر پندرہ سالہ عبدل نجم جسے زیادہ تر لوگ عبدل ہی پکارتے اسے دیکھا جو کہ دوبارہ انہیں دیکھنے لگا تھا۔سنجیدہ طبیعت کا مالک وہ دسویں کلاس کا طالب علم تھا۔وہ سوئچ بورڈ اس لیے ٹھیک کر رہا تھا کیونکہ ہر کام میں دلچسپی تھی۔

السلام علیکم بھائی!"آیت نے رسماً اپنی ماں کی تربیت کا خیال کرتے اسے سلام"

کیا۔عبدل نجم جواب دے کر دوبارہ سر گرا گیا۔اور جواب دینے کا پتہ بھی اسے اس لیے معلوم ہوا تھا کیونکہ موصوف کے ہونٹ ہلے تھے۔ورنہ ایسا انسان تو اگلے بندے کو ویسے ہی اس شک میں مار دے کہ اس کے نزدیک کسی کی اہمیت ہی نہیں ہے مگر محترم ذہین ہونے کے سبب چالاک بھی تھے۔

پھوپھو بھی آئی ہیں؟"ہمشا نے عبدل نجم کا احساس کرتے آہستہ آواز میں پوچھا۔"

ہاں نا آئی ہیں مگر تم مجھ سے ملنے نیچے نہیں آئی۔"آیت نے منہ بگاڑتے شکوہ کیا۔"

"مجھے پتہ ہی نہیں چلا ورنہ میں اپنی دوست کو ملنے نہ آتی۔"

میں تمہاری دوست ہوں؟"آیت نے نجانے کیا سوچ کر سوال کیا۔"

"تو کیا ہم دوست نہیں ہیں؟"

تو پھر دوست ایسے تو نہیں ہوتے دوست دوستوں کے گھر جایا کرتے ہیں ان سے ملتے" ہیں اپنے ہی گھر نہیں رہتے۔" آیت نے آنکھیں جھکائے ذرا سی خفگی کا بھی اظہار کیا۔ نو سالہ ہمشا اس کی اداؤں پر مسکرائی تھی۔ ہمشا اس سے ایک سال بڑی تھی لیکن اس میں سمجھداری بھی بہت تھی۔

لیکن تم تو جانتی ہی ہو نا کہ میں کیسے آسکتی ہوں امی کہتی ہیں مگر وہ نہیں" لاتیں۔" معصوم لہجے میں ذرا حسرت بھی در آئی تھی۔ آیت کو محسوس ہوا تو جھٹ سیدھی ہو کر مسکرانے لگی۔

ہمشا میں تو مذاق کر رہی تھی۔ تم رہنے ہی دو میرے گھر آنے کے لیے وہاں آنے کا کیا" فائدہ میں یہاں آ تو جاتی ہوں اور یہاں سب کتنا سر سبزہ ہے۔ یہاں کتنے لوگ ہیں وہاں کیا ہے گاڑیاں اور بڑی بڑی عمارات۔ تم کتنی خوش قسمت ہو۔"

"چھوٹی ہو چھوٹی بن کر رہو اتنی بڑی باتیں کرتی ہو۔"

مجھے چھوڑو تم بتاؤ۔" وہ شوز اتار کر چارپائی پر ہی بیٹھ گئی۔ شام ہو رہی تھی اور سورج" بھی غروب ہونے والا تھا۔ سب مزدوروں نے سردی کی وجہ سے اپنے اپنے گھر جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ وہ باتیں کر ہی رہی تھیں جب کوئی آہستہ سے قدم اٹھاتا سیڑھیوں سے اوپر آیا۔

ارے واہ آج تو آیت آئی ہے۔" نانا ابا کی آواز پر وہ جھٹ پلٹی اور چار پائی پر ہی کھڑی ہو کر ان کے گلے لگی۔

نانا ابا کہاں تھے آپ جب میں یہاں آیا کروں تو آپ کہیں نہ جایا کریں۔" منہ بسورتی وہ ان سے الگ ہوئی۔

"اچھا میری بیٹی لگتا ہے اس بار مجھے زیادہ یاد کیا ہے۔"

جی ہاں اس بار بہت یاد کیا۔اور ایک بات اگر آپ نے احد کو مجھ سے زیادہ پیار کیا تو پھر دیکھیے گا میں اگلی بار سے نہیں آؤں گی۔"

ہماری گڑیا اس میں ناراض ہونے والی کیا بات ہے میں تم تینوں کو ہی ایک جیسا پیار دیتا ہوں۔"

"نہیں آپ اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے ہیں اسے ہی اٹھاتے ہیں۔"

آیت تمہارے نانا نے تمہیں بھی بہت کھلایا ہے اب بڑی ہو گئی ہو تو ان سے اٹھائی نہیں جاتی۔" نانا ابا کے عقب سے اسے صبیحہ خالہ کی آواز آئی تھی وہ جلدی سے چار پائی سے اتری اور ان کے ساتھ لپٹی۔

ہماری شیرنی کیا کر رہی ہے دیکھ رہی ہو نا کیسے آیت آپی پیار لے رہی ہے۔" نانا ابا نے آگے بڑھ کر فاہا کو اٹھایا اور اس کا گال چوما۔وہ بھی برابر میں نانا ابا کا گال چوم گئی۔نانا ابا کو اس کی یہی حرکت بہت اچھی لگتی تھی اگر کوئی اسے پیار دیتا تو وہ بھی برابر میں اسے پیار دیتی۔

میرا خیال ہے جب سے آئی ہو اوپر ہی ہو تم نے کچھ بھی نہیں کھایا چلو چل کر چائے" پیو۔ہمشا اٹھو تم بھی کتابیں سمیٹو دیکھو سورج جا رہا ہے اور ٹھنڈ بھی بڑھ رہی ہے۔"صبیحہ خالہ نے دونوں کو کہا۔آیت چلی گئی۔صبیحہ خالہ ہمشا کے ساتھ نیچے اتریں اور پھر نانا ابا اپنی پوتی کو اٹھائے نیچے اتر آئے۔عبدل نجم نے انہیں دیکھا پھر اپنا کام ختم کرنے لگا۔

انہوں نے چائے ابھی ختم ہی کی تھی کہ باہر سے سفیان کی آواز سنائی دی اور سب بچے باہر نکلے۔بیس سالہ سفیان جو کہ کالج کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد پرائیویٹ ہی انگلش میں ایم۔اے کر رہا تھا گھر پر ہی ہوتا اور کھیتوں میں کام کرنے میں مدد بھی کروا دیتا۔وہ زیادہ خوش مزاج تھا اور سب بچوں کا بہت خیال کرتا تھا۔

اوہ آج تو گھر کی رونقیں آئی ہیں۔"وہ بھی پر جوش ہو کر ان کی طرف بڑھا اور سب " سے پہلے عنادل کو گود میں اٹھا کر اچھالا۔اس کی کسرتی بازو کے سامنے وہ چھوٹی سی ہی لگتی تھی۔عنادل کو پیار کیا اور عبدل احد سے سلام لیا۔

اور سناؤ آیت باجی کیسی ہو؟ بڑے سکارف اوڑھ رکھے ہیں؟"سفیان نے شرارت سے" کہتے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

سفیان بھائی کسی کو چڑانا اچھی بات نہیں ہے۔"ایت نے خفگی سے آنکھیں مزید چھوٹی" کیے اسے دیکھا۔

آیت میری ماں میں مذاق کر رہا تھا بھلا تمہیں کوئی کچھ کہہ کر اپنے لیے موت کا انتظام" کر سکتا ہے۔ بھئی تم تو سب کی پہلی نواسی ہو اور وہ بھی لڑکی اور سب کو مقبول اور ہم ٹھہرے "غریب جنہیں کوئی حال چال ہی نہیں پوچھتا۔

ہاہاہا سفیان بھائی آپ کب غریب ہیں یہ سب جانور بہت مہنگے ہیں انہیں بیچ دیں پھر" پیسے آجائیں گے۔"آیت نے رازداری سے کہا تو وہ قہقہہ لگا گیا اور عنادل کو نیچے چھوڑ کر پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنسنے لگا۔

اب تمہیں کیا ہو گیا ہے سفیان کیوں باولے ہوئے جا رہے ہو؟"ان کی طرف آتے" نانا ابا نے حیرت سے پوچھا۔

کچھ نہیں دادا ابو بعد میں بتاؤں گا لیکن ایک بات کہوں بڑی ہو کر یہ کچھ نہ کچھ ضرور" "بنے گی۔

"تم آیت کی بات کر رہے ہو؟"

اور کس کی یہاں کوئی اس سے بھی زیادہ سمجھدار ہے چھوٹی سی تھی جب خاموشی سے" سب کو دیکھا کرتی تھی اور اب ماشاءاللہ ہے کوئی اس کے مقابل۔"آیت اسے بولتا چھوڑ واپس چلی گئی۔اس کے حساب سے سفیان کو کام ہی یہی ہے۔بہن کو جاتا دیکھ دونوں بہن بھائی بھی پیچھے ہی چلے گئے۔سفیان بھی ہنستا اندر کی طرف چلا گیا۔نانا ابا نے بھی اپنی راہ لی کیونکہ ان کے پوتے کو ایسے ہی کبھی کبھار دورہ پڑتا تھا۔

بخیر و عافیت رات تو گزر گئی۔اور فجر کا وقت ہو گیا۔عارفہ بیگم نے آیت کو اپنے ساتھ اٹھایا اور فجر کی نماز ادا کی۔فجر پڑھنے کے بعد ان دونوں نے قرآن کی تلاوت کی اور اس کے بعد وہ الماری کی طرف بڑھی۔لکڑی کی الماری جو کہ دیوار کے ساتھ ہی نسب تھی اس میں ان کے کپڑے اور دیگر سامان رات سونے سے پہلے ہی عارفہ بیگم نے سجا دیا تھا۔اس نے کپڑوں کے نیچے سے ایک بڑا سا شاپر نکالا اور عارفہ بیگم کو ساتھ لیے کمرے سے نکل آئی۔ویسے تو فجر کے وقت سب ہی جاگ جاتے تھے مگر وہ تحائف دینے کا صحیح وقت اب ہی تھا۔وہ دونوں سیڑھیاں چڑھتیں دوسری منزل پر آخری کمرے کی طرف بڑھیں۔دروازہ کھٹکھٹا کر وہ اندر بڑھ گئیں۔جہاں رافیعہ بیگم اور ہمشا فجر کی نماز ادا کر کے جائے نماز پر ہی بیٹھی تھیں۔اور فاہا بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی مکمل نیند میں تھی۔ان دونوں کی آمد پر دونوں جائے نماز

سے اٹھیں اور کمرے میں موجود صوفے پر بیٹھنے کو جگہ دی۔ عارفہ بیگم بیٹھ گئیں اور وہ دونوں بھی ان کے سامنے بیڈ پر ہی ٹک گئیں۔ آیت نے بیٹھنے سے پہلے انہیں تحفہ دینا ضروری سمجھا۔

ہمشا یہ دیکھو میں تمہارے لیے ہی لائی ہوں۔" آیت نے بنا کسی شرماہٹ کے اس کی" طرف جوتے اور سکارف بڑھایا۔ ہلکے گلابی رنگ کا اون کا سکارف واضح دکھائی دے رہا تھا۔

پکڑ لو نا میں تمہارے لیے لائی ہوں مجھ سے مزید یہ پکڑا نہیں جا رہا۔" آیت نے منت" آمیز لہجے میں کہا تو رافیعہ بیگم کے اشارے پر اس نے وہ دونوں چیزیں اس کے ہاتھ سے پکڑ لیں۔

ممانی یہ فاہا کے لیے ہیں اور آج آپ اسے یہی سکارف پہنائیں گی۔" آیت نے رافیعہ" بیگم سے کہا اور اپنی والدہ کے ساتھ جا بیٹھی۔

لیکن یہ۔۔۔" ہمشا نے بولنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ آیت کے ماتھے پر بل واضح" ہوئے۔

تم رکھ لو گفٹس رکھتے ہوتے ہیں میں تمہارے لیے لائی ہوں اور تم آج یہ سکارف پہنو" گی اور ہم دونوں ایک جیسی لگیں گی اور تم اپنے شوز تو دیکھو۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اچھا ٹھیک ہے۔"ہمشا رکھنا تو نہیں چاہ رہی تھی مگر اسے منع بھی نہیں کر سکتی" تھی۔اس نے جوتے نکالے تو اس کی پسند کے ہی تھے۔یکدم اس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔

تم جوتے بھی پنک کلر میں لائی ہو۔"اس نے چھکتے جوتے ڈبے سے نکالے۔"

ہاں تو مجھے تمہاری پسند کا پتہ تھا اور ویسے بھی ہم دونوں سیم سیم لگنی چاہیں۔تم شوز" ابھی نہیں پہنو گی۔جب ہم کہیں اکھٹے جائیں گے تب پہنیں گے۔میرے بھی ایسے شوز گھر پر "ہی ہیں۔اور سکارف تم لے سکتی ہو۔

"لیکن ہم کیسے اکھٹے شوز پہنیں گے؟"

کہیں تو پہنیں گے تم یہ فکر چھوڑو اور مجھے اپنی کتابیں دکھاؤ تمہیں ٹیچر نے کہاں تک" پڑھایا ہے۔"وہ صوفے سے اٹھ کر ہمشا کے پاس آگئی۔اور دونوں بیڈ کے سامنے پڑی دونوں کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئیں۔آیت تیسری جماعت میں تھی اور ہمشا چہارم میں تھی۔لیکن وہ دونوں جماعت کے حساب سے چھوٹی لگتیں لیکن دونوں ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔سارے خاندان کو علم تھا کہ آیت ہمشا کا کتنا خیال رکھتی تھی۔لیکن ہمشا کی زندگی آیت سے بہت مختلف تھی۔اس کے والد حیات نہیں تھے۔ہمشا جب پانچ سال کی تھی تب ان کا انتقال ہو گیا تھا۔لیکن جن کے باپ زندہ نہ ہوں ان سے دکھوں کی گنجائش کون پوچھے۔

رافیعہ تمہارے مائیکے میں سب کیسے ہیں؟" عارفہ بیگم نے ان دونوں سے دھیان ہٹا" کر رافیعہ بیگم کی طرف کیا۔

سب ٹھیک ہیں عارفہ۔ امی بھی بچوں کو یاد کر رہی تھیں مگر تم تو جانتی ہی ہو تم لوگ" بھی کتنی دیر بعد آتے ہو اور تم لوگوں کو چھوڑ کر جانے کو دل نہیں کرتا اور ہمشاوہ تو ایک انچ بھی قدم باہر نکالنے کو تیار نہیں۔ بس اس کے دماغ میں بھی ایک ہی چیز تھی چھٹیاں ہوں گی "اور آیت آئے گی۔

"بچے ایسے ہی ہوتے ہیں بس اللہ ایسے ہی اتفاق رکھے۔"

"امین تم سناؤ تمہاری دیورانی اور بچے کیسے ہیں؟"

"سب ٹھیک ہیں۔"

"بھائی صاحب نہیں ٹھہرے؟"

ابھی آفیس میں کام زیادہ تھا تو پھر اسی لیے تین چار دن بعد آجائیں گے۔" باتوں کے" دوران انہیں کسی کی اونچی اونچی آوازیں سنائی دیں۔ عارفہ بیگم ذرا ٹھہریں۔

فکر نہیں کرو بھابھی ہی ہیں۔ جانتی تو ہو صبح صبح یہی ہوتی ہیں اور اب بھی صائم کو ہی" "بول رہی ہوں گی۔

وہ کیوں؟" عارفہ بیگم نے دروازے کی جانب دیکھ کر پوچھا۔"

صائم سکول سے واپس آکر سارا وقت یا تو کھیلتا رہتا ہے یا گاؤں والے گھر میں چلا جاتا "
ہے اور صبح جب نماز کے لیے بھائی صاحب اٹھاتے ہیں تب کتابیں لے کر بیٹھ جاتا ہے اور
"بھابھی کو سبق پڑھانے کا کہتا ہے۔ پھر بھابھی بھی اسے نہ بولیں تو اور کیا کریں۔
لیکن بھابھی کو ان پر توجہ دینی چاہیے۔اب کوئی باہر سے آکر تو کوئی نہیں پڑھائے گا نا"
"اور وہ چھوٹا تو نہیں ہے آٹھویں جماعت میں پڑھتا ہے۔
"بس ایسے ہی ہے لڑکے کہاں جلدی ہاتھ آتے ہیں۔"
رافیعہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو مگر ان کا باپ سر پر ہے بچوں کو سمجھائے انہیں خود کام "
"کروائے۔
عارفہ ایسی بات نہ ہی کرو تو بہتر ہے یہ گاؤں ہے یہاں یہ لوگ بس بچوں سے گدھوں "
کی طرح کام ہی لیتے ہیں یہاں گاؤں سے نکلنے کی اور بچوں کے مستقبل کی کیا پرواہ جب علم
"ہے کہ تین مربع زمین ہے اور بس سارا دن اسی زمین پر کام کرنا ہے اور عیاشی کرنی ہے۔
"زمین ہونا اور فصل اگانا برائی تو نہیں مگر جو بھی ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔"
خیر ہمشا اٹھو سپارہ پڑھنے کا وقت ہو رہا ہے۔" رافیعہ بیگم نے گردن موڑ کر اسے "
کہا۔ہمشا نے وہیں کتاب بند کر دی اور اٹھ گئی۔

آیت تم بھی چلو بیٹا بہن کے ساتھ نیچے خالہ پڑھا رہی ہوں گی۔"جب سے آیت بڑی ہوئی تھی اور جب بھی ننھیال آتی تو خالہ کے پاس قرآن پڑھتی۔دونوں نے سکارف اچھے سے پہنا۔ہمشا نے وہی سکارف پہن لیا تھا جو اسے تحفہ ملا تھا۔دونوں اکھٹی باہر چلی گئیں۔

میں بھی چلتی ہوں رافیعہ اور یہ مٹّوا بھی تک سو رہی ہے۔"عارفہ بیگم نے محبت سے" اپنی بھتیجی کو دیکھا جو سب سے غافل سوئی ہوئی تھی۔

اسے سونے کے علاوہ اور کوئی کام ہے بھی کیا۔"دونوں ہنس پڑیں۔اور عارفہ بیگم " کمرے سے باہر آ گئیں۔سیڑھیوں کی طرف بڑھتے انہوں نے ایک طائرانہ نگاہ ارد گرد دوڑائی۔

کبھی ان کا بھی بچپن اسی گھر میں گزرا تھا۔بچپن میں وہ بادشاہ تھے اور یہ حویلی نما گھر ان کا عالی شان محل جس میں سنہری یادوں کا ایک سمندر تھا جس میں جتنا آگے جاتے اتنا ہی گہرا ہوتا اور جب بھی وہ اپنی گزری خوبصورت یادوں کو دوبارہ سے یاد کرنے بیٹھتیں تو ذہن میں بچپن کے قہقہے اور لاپرواہ انداز ہی گھومتا۔تب زندگی کے نظارے ہی کچھ اور تھے نہ ہی ذمہ داریاں اور نہ ہی کوئی مسئلہ۔بس ہم ہوتے ہیں اور لاپرواہ سی طبیعت اور ارد گرد پیار کرنے والے لوگ۔

"پھر ہم بڑے ہر گئے۔"

ان کے ہونٹ دھیرے سے ہلے تھے اور وہ سیڑھیاں اترنے لگیں۔

ناشتا انہیں کمرے میں ہی کروا دیا گیا تھا وہ کمرے سے باہر نہیں نکلے تھے کیونکہ باہر دھند پڑی ہوئی تھی اور سردی کی وجہ سے وہ بیمار بھی پڑ سکتے تھے۔ دوپہر کو جب سورج نے اپنا رخ دکھایا تو وہ برآمدے کا جائزہ لیتی باہر آ گئی۔ تبھی اسے صحن میں تین بچے مزید دکھائی دیے تھے جو کہ فٹبال سے کھیل رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر آیت انہیں ملنے کے لیے نہیں بھاگی تھی وہ عام حالات میں بھی ان سے دور ہی رہتی اور وہ تھے اس کے ماموں کے بچے۔

نانا ابا اور نانی امی کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ سب سے بڑا نزاکت تھا اور اس کی بیوی شمشاد اور ان کے چار بچے تھے سب سے بڑا سفیان پھر عبدل نجم پھر صائم اور سب سے چھوٹی گیارہ سالہ ازرین۔ نزاکت ماموں کے بعد طالب ماموں تھے۔ جو بیوی بچوں سمیت شہر میں مقیم تھے۔ ان کی بیوی شمسہ اور تین بچے جن میں بڑا بیٹا جو کہ لگ بھگ صائم کا ہی ہم عمر تھا اور اس کے بعد شہروز جو کہ بارہ سال کا تھا۔ اور اس سے چھوٹی فدوا جو کہ دس سال کی تھی۔ تقریباً سب بچے ہم عمر ہی تھے۔ اس کے بعد جمال صاحب تھے جو ابھی حیات تو نہیں

تھے لیکن ان کی بیوی رافیعہ اور دونوں بیٹیاں ہمشا اور فاہا تھیں۔ اس کے بعد عارفہ بیگم تھیں جن کی شادی جمال صاحب کے ساتھ ہی ہوئی تھی ان کے بعد صبیحہ خالہ تھیں۔ جن کی ابھی شادی ہوئی تو نہیں تھی مگر عنقریب ہونے والی تھی اور ان کی شادی کی تیاریاں ہی ہو رہی تھیں۔

آیت نے ان لوگوں کو نظرانداز کیا اور واپس پلٹ گئی جب فہد نے اسے آواز دی۔

آیت تم بھی آؤ کھیلو نا ہمارے ساتھ۔" آیت نے خود کے قدم روکے اور ماتھے پر بل چڑھائے اسے دیکھنے لگیں۔ وہ اس سے بڑا تھا لیکن آیت کو کیا پرواہ اور فہد نے بھی اسے پیش کش اس لیے کی تھی کیونکہ اس کا باپ زندہ تھا اور اس کے ماں باپ اس کا سہارا تھے۔ لیکن اگر اس کی جگہ ہمشا ہوتی تو وہ کبھی بھی اسے پیش کش نہیں کرتا۔

امی کہتی ہیں لڑکوں سے نہیں کھیلتے۔" وہ اونچی آواز میں بولی۔ فہد نے طنزیہ مسکراہٹ" چہرے پر سجائے فٹبال پاؤں کے نیچے روکا اور اس کے دونوں بہن بھائی بھی رک گئے۔

"تو پھر کیا ہوا ابھی تمہاری امی بھی نہیں دیکھ رہیں تم کھیل سکتی ہو۔"

لیکن اللہ میاں تو دیکھ رہے ہیں نا اور میں تمہاری طرح کسی سے چھپ کر کام نہیں" کروں گی۔" آیت نے تڑخ کر جواب دیا۔ فہد کو اس کے الفاظ اچھے خاصے چبھے تھے اس نے فٹبال نیچے پھینکا اور اس کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

تم ابھی زمین سے نکلی نہیں ہو اور مجھے میرے کام بتاؤ گی اور تم نے مجھے ایسا کیا کرتے" دیکھ لیا جو منہ پھاڑ کر بول رہی ہو۔" اگر فہد بدمعاش بن رہا تھا تو دوسری طرف آیت بھی کسی سے کم نہیں تھی۔اب تو اسے خاموش رہنے کا کہنے والی عارفہ بیگم بھی نہیں تھیں۔

"ہاں میں نے دیکھا تھا تم نانا ابا کا حقا پی رہے تھے۔"

تم اپنا منہ بند رکھو ورنہ میں زبان کاٹ دوں گا۔"آیت اس کے الفاظ سن کر پل بھر کو" سہمی پھر اس کی نظر پاس سے گزرتے سفیان پر پڑی جو کہ اپنی ہی دھن میں برآمدے کی طرف بڑھ رہا تھا۔اسے یکدم احساس ہوا تھا وہ اکیلی نہیں تھی کہ فہد کے برے الفاظ سن کر ڈر جاتی اس نے سفیان کو بتا دیا۔

"سفیان بھائی فہد نے کہا ہے کہ وہ میری زبان کاٹ دے گا۔"

کیا فہد نے ایسا کہا تمہیں۔"سفیان نے تصدیق کے لیے اس سے پوچھا۔آیت نے سر" اثبات میں ہلایا اور پھر سفیان نے فہد کا کان پکڑ کر مروڑا۔آیت کے دل کو سکون مل گیا تھا۔وہ ابھی چھوٹی تھی اسی لیے خود میں ہمت نہیں تھی تو دوسروں کو بتا کر بدلہ پورا کر لیتی تھی لیکن جب بری ہو جاتی تو نا جانے اس نے کیا کرنا تھا۔لیکن وہ بھی اپنی جگہ پر ٹھیک تھی بھلا وہ اسے کیسے دھمکا سکتا تھا جب اس نے کبھی ایسے الفاظ ہی نہیں سنے۔فہد کے چلانے پر

Clubb of Quality Content

شمسہ بیگم بھاگ کر کمرے سے آئیں اور سفیان کو پرے کر تیں اپنے بیٹے کا کان مسلا جو کہ شدید سرخ ہو گیا تھا۔

سفیان یہ کیا طریقہ ہے تم پینڈو تو ہو ہی اب بچوں پر تشدد بھی کرو گے۔" ان کا لہجہ " سدا کا طنز آمیز ہی تھا۔

چچی آپ میرے پینڈو ہونے پر مت جائیں اپنے بیٹے کی بدمعاشی پر بھی نظریں دوڑا " لیں۔بچی کو زبان کاٹنے کی دھمکی دی ہے۔" بیس سالہ سفیان نہ ہی تو چھوٹا تھا اور نہ ہی بری بات برداشت ہی کرتا تھا۔سفیان نے تو جواب دے دیا اگر عبدل نجم ہوتا یا تو انہیں نظر انداز کر کے ایسے جاتا جیسے سامنے کوئی تھا ہی نہیں اور یا کوئی چیز زور سے مارتا اور اگر صائم ہوتا تو وہ ہنسی مذاق میں ہی بات کو بگاڑ کر یہ جا وہ جا ہوتا۔

کس بچی کی بات کر رہے ہو تم اس کی یہ تو جھوٹی ہے۔" خود کو جھوٹا کہنے پر آیت کے " ماتھے پر بل مزید گہرے ہوئے۔

ممانی میں جھوٹی نہیں ہوں امی کہتی ہیں کسی پر بہتان لگانا بری بات ہے۔اور ویسے بھی " جھوٹا تو یہ فہد ہے نانا ابا کا حقا بھی پیتا ہے اور تمیز ہے نہیں اسے کہ لڑکیوں سے آرام سے بات کی جاتی ہے۔" سفیان کو اس سے اسی جواب کی امید تھی۔آیت اور سفیان تو چلے گئے لیکن اس کے بعد شمسہ ممانی کو جو آگ لگی تھی وہ بجھنے سے رہی۔انہوں نے سارے گھر میں

واویلا مچادیااور طعنوں پر بھی اتر گئیں اور شمشاد ممانی نے ان کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔عارفہ بیگم نے آیت سے پوچھااس نے بھی کسی طوطے کی طرح رٹی رٹائی ساری کہانی سنادی۔ لیکن پھر بھی عارفہ بیگم نے اسے سراہانہیں تھابلکہ اسے سمجھایاتھاکہ اس نے شمسہ کو ایسے جواب کیوں دیا۔ لیکن اپنی من مانی کرنے والی آیت کیسے خود کو غلط ثابت کر لیتی۔

آیت کیا کھائے گی دوپہر میں ؟"شمشاد ممانی نے پاس ہی کھڑی شلغم کا ٹکرا منہ میں " چباتی آیت سے پوچھا۔شمشاد ممانی جو کہ چولہے پر بڑاساکڑاہیہ رکھے آٹا بھون رہی تھیں۔وہ السی کی پنیاں بنارہی تھیں۔ صحن میں دوسرے افراد بھی بیٹھے ہوئے تھے کچھ صبح سے کام کرکے تھکے ہارے بیٹھے ہوئے تھے۔نانااباورنانی امی بھی موجود تھیں۔شمشاد ممانی نے چولہا سنبھال لیاتھااوررافیعہ ممانی دوسری منزل کی ملازمہ سے صفائی کروارہی تھیں اور ساتھ خود بھی جھاڑپونجھ کررہی تھیں۔ شمسہ ممانی تو سسرال میں آئیں ہی آرام کرنے تھیں اور ہمیشہ کی طرح عارفہ بیگم سے مقابلہ لگائے صبح سے بیٹھی ہوئی تھیں۔

مجھے چاول کھانے ہیں۔"آیت نے ہاتھ کھڑا کیا۔"

اور مجھے فش کھانی ہے۔"پاس ہی کھڑے عبدل احد نے بھی ہاتھ کھڑا کرتے اپنی" فرمائش کی۔

ممانی نے تم سے نہیں مجھ سے پوچھا ہے۔"آیت نے بھرم دکھایا۔"

کچھ نہیں ہوتا احد بھی اپنی پسند بتا سکتا ہے۔"شمشاد ممانی نے انہیں جھگڑے سے "

بچانے کی کوشش کی۔

لیکن ممانی یہ کل فرمائش کر لے آج میں نے کہا ہے۔"آیت نے منہ بسورا۔"

شمشماد تم انہیں سلجھانے مت بیٹھ جانا یہ آیت گھر میں بھی ایسے ہی چودھراہٹ"

پھیلاتی ہے اور عارفین ایک ایک بات مانتے ہیں۔"عارفہ بیگم نے ہنستے ہوئے ان کا کارنامہ

بتایا۔

آیت تو پھر گھر کی بیٹی ہے۔"نانی امی نے لاڈ سے کہا اور آیت کو اپنے پاس بلایا۔"

نانو میں بھی تو بیٹا ہوں نا۔"عبدل احد نے معصومیت سے کہتے نانی امی کی طرف دوڑ لگا"

دی۔سب ہنس پڑے اور نانی امی نے دونوں کو اپنے پاس بٹھالیا۔لیکن آیت کی فرمائش تھی تو

پھر چاول ہی پکنے تھے وہاں اس کے ہوتے ہوئے فش کیسے بن سکتی تھی۔حالانکہ اسے فش

پسند تھی لیکن اس نے تو چاول بنانے کا کہا تھا۔

کون کون میرے ساتھ دوکان پر جائے گا؟"سفیان نے پوچھا جانتا تھا سب سے پہلے "

آیت ہی ہاتھ کھڑا کرے گی۔اور اس کی توقع کے عین مطابق آیت نے ہی سب سے پہلے

ہاتھ کھڑا کیا تھا پھر عنادل اور عبدل احد اور سب سے آخر میں فاہا نے ننھا سا ہاتھ اٹھایا

تھا۔ سفیان نے فاہا کو گود میں اٹھایا اور اس کے گال پر پیار کیا۔ آیت، عنادل اور فاہا کو لیے وہ باہر چلا گیا۔ عبدل احد کو صائم اپنے ساتھ کھیتوں میں لے گیا تاکہ وہ واویلا نہ مچائے۔ کیونکہ ایک موٹر سائیکل پر زیادہ لوگ نہیں بیٹھ سکتے تھے۔

"کیا لو گے تم لوگ بسکٹ تو لے لیا ہے اور سلنٹی بھی پاپڑ لینے کے بارے میں سوچنا بھی مت۔" سفیان نے فاہا کو بازوؤں میں اٹھا رکھا تھا۔

سفیان میاں یہ بچے کس کے ہیں یہ تو اپنی عارفہ بیٹی کی آیت ہی لگ رہی ہے۔" دوکان دار نے آیت کو پہچانتے پوچھا۔

"ہاں چچا پھوپھو آئی ہوئی ہیں۔ اور یہ آیت ہی ہے۔"

مجھے اس کے بارے میں پتہ ہے کتنی بڑی ہو گئی ہے ماشاءاللہ چھوٹی سی تھی جب" تمہارے دادا اور تم اور تمہارے ابا سارا دن کبھی یہاں تو کبھی وہاں اسے گود میں اٹھائے "پھرتے تھے۔

بس ایسے ہی ہے چچا سب بڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ کا پوتا بھی کتنا بڑا ہو گیا" ہے۔" سفیان اور دوکان والے چچا مسکرانے لگے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا لے گی ہماری بیٹی؟" چچا نے آگے جھک کر آیت سے شفقت سے پوچھا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"مجھے چورن چاہیے جو لمبے پائپ میں ہوتا ہے اور اکثر صائم بھائی بھی کھاتے ہیں۔" آیت نے ذرا سرگوشی میں کہا۔ وہ اپنی طرف سے تو آہستہ آواز میں ہی بول رہی تھی مگر سفیان کو سنائی دے رہا تھا۔ وہ ہنس کر بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔ چچا نے مسکرا کر اسے چورن نکال کر دیے اور ساتھ ہی دو میٹھے چورن بھی دے دیے۔ ہلکے گلابی، پیلے اور سفید رنگ کا پاؤڈر جو کہ سٹراء میں بھرا ہوتا تھا اور وہ کھانے میں میٹھا تھا۔

"بھائی یہ والی کینڈیز بھی لوں گی۔"

"چچا یہ بھی دے دیں۔"

"یہ ایک روپے کی چار ٹافیاں ہیں۔" چچا نے ڈھیر ساری ٹافیاں اسے شاپر میں ڈال کر دیں۔ وہ جوبلی ٹافیاں تھیں۔

"ایک روپے کی چار۔" آیت نے منہ پر ہاتھ رکھا اسے حیرانگی ہو رہی تھی۔ سفیان نے انہیں ساتھ لیا اور گھر لے آیا۔ اس نے چورن پہلے ہی کوٹ کی پاکٹ میں گھسا لیا تھا اور ہاتھ میں ٹافیاں پکڑ لیں۔ وہ سب کو جیسے چھوڑ کر گئی تھی ویسے ہی سب بیٹھے ہوئے تھے۔

امی آپ کو پتہ ہے یہ والی کینڈیز ایک روپے کی چار آتی ہیں۔"آیت نے منہ کو گول" کر کے حیرت کا اظہار کیا۔

ٹھیک ہے کھالو۔اور سب بچوں کو دو۔"وہ شکر کرتی جب آگے بڑھی تو عارفہ بیگم نے" اسے روکا۔

آیت یہ تمہاری پاکٹ میں کیا ہے؟"عارفہ بیگم کے سوال پر آیت کی رنگت پھیکی پڑ" گئی۔اس نے سفیان کو دیکھا جو کہ اپنی ہنسی روکنے کے لیے چہرہ ہی موڑ گیا۔

ک۔کچھ بھی تو نہیں امی۔"اس نے زبان کی لڑکھڑاہٹ پر قابو پاتے کہا۔اسے خود" کے پکڑے جانے کا بھی ڈر تھا اور خود کو جھوٹا کہلائے جانے کا بھی خوف تھا کیونکہ شمسہ ممانی اسی کی طرف متوجہ تھیں۔وقت اچھا تھا اور اسے چھت کی منڈیر پر جھکی کھڑی ہمشا کی آواز سنائی دی جو کہ آیت کو ہی پکار رہی تھی۔

امی میرے پاس بسکٹ بھی ہیں میں ہمشا کو دے آؤں۔"وہ جلدی سے اندر بھاگی اور" سیڑھیاں چڑھ کے سیدھی اوپر چلی گئی۔سب اپنی اپنی باتوں میں مشغول ہوگئے۔کسی کو پرواہ ہی نہ رہی کہ آیت کی پاکٹ میں کیا تھا مگر عارفہ بیگم نے اسے جاتے ہوئے ضرور دیکھا تھا۔

Clubb of Quality Content

یہ دیکھو وہی چورن میں نے چھپا کر لے لیے تھے اور اب اوپر بھی بڑی مشکل سے بچا کر لائی ہوں۔"آیت نے چورن پاکٹ سے نکال کر چار پائی پر پھیلائے دونوں آمنے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں۔

"لیکن تمہیں یہ نہیں لانے چاہیے تھے۔پھو پھو غصہ ہوں گی۔"

انہیں نہیں پتہ۔"آیت کی نظریں چیزوں پر تھیں کہ عارفہ بیگم اسے نظر ہی نہیں آئیں۔

آیت یہ سب کیا ہے؟"عارفہ بیگم کی آواز پر آیت کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے،آنکھیں خوف سے پھیل گئیں اور اپنی ماں کو دیکھنے لگی۔ہمشا کو بھی ڈر لگنے لگا تھا کہ اب پھو پھو آیت کی بیستی بھی کریں گی اور اسے بھی قصوروار ٹھہرائیں گی۔

تم اب مجھ سے جھوٹ بھی بولنے لگی ہو؟"وہ آیت کی طرف بڑھیں۔"

"نہیں امی میں نے جھوٹ تو نہیں بولا تھا بس نہیں بتایا تھا۔"

لیکن میں نے پوچھا تھا میں تبھی سمجھ گئی تھی کہ کچھ گڑ بڑ ہے اب تم مجھ سے باتیں بھی "چھپانے لگی ہو۔

"نہیں امی لیکن آپ کو بتا دیتی تو پھر آپ کھانے نہ دیتی۔"

"بیٹا تم لوگوں کے بھلے کے لیے ہی کہتی ہوں اس سے پیٹ بھی خراب ہوتا ہے اور تم نے ساتھ ہی ہمشا کو بھی لگا لیا۔ خود تو بیمار ہو گی ساتھ اسے بھی کرو گی ایک لے لو باقی چار مجھے دے دو شاباش اور آئندہ مجھ سے پوچھ کر ہی کھانا۔" عارفہ بیگم اسے سمجھاتے وہاں سے چورن اٹھائے چلی گئیں۔ دونوں نے سکون کا سانس خارج کیا۔ ہمشا کو عارفہ بیگم نے کچھ نہیں کہا تھا کیونکہ وہ باقیوں کی طرح نہیں تھیں۔ وہ اچھی سوچ رکھنے والی خاتون تھیں وہ اپنے بچوں کی غلطیوں کو ہمشا کے سر نہیں ڈالتی تھیں اپنے بچوں کو چوٹ لگ جانے پر ہمشا کو قصوروار نہیں ٹھہراتی تھیں، وہ آیت یا عنادل کو ہمشا اور فاہا کے ساتھ کھیلنے سے منع نہیں کرتی تھیں، وہ ہمشا پر طنز نہیں کرتی تھیں، وہ فاہا کو سانولی رنگت کا طعنہ نہیں دیتی تھیں کیونکہ وہ اس کے بابا کی بہن تھیں اس باپ کی جوان ماں بیٹیوں کو بڑے ہجوم میں چھوڑ کر زیرِ زمین جا سویا تھا۔

سب بچے شام کو صحن میں کھیلنے لگے۔ صائم اور فہد ہم عمر تھے مگر صائم ذرا سمجھدار تھا مگر فہد اتنا ہی بد تمیز اور بے عقلی کا مظاہرہ کرتا۔ فاہا، عنادل اور عبدل احد ایک طرف قالین پر بیٹھے کھلونوں سے کھیل رہے تھے۔ اور ان کی دوسری طرف ہمشا اور آیت قالین پر بیٹھیں کاغذ پینسل پکڑے کوئی گیم کھیل رہی تھیں۔ جس میں وہ نشان لگا کر ڈبے بناتیں۔ اور ایک

جب نشان لگاتی تو دوسری اپنی باری کا انتظار کرتی۔اور ہلکی ہلکی باتوں کے ساتھ وہ کھیلنے میں مگن تھیں۔ازرین ان سے زیادہ گھلتی ملتی نہیں تھی وہ اور فدوا ایک دوسرے کے دکھ درد کی ساتھ تھیں اسی لیے دونوں ہی چارپائی پر بیٹھیں طالب ماموں کے فون پر کچھ دیکھ رہی تھیں۔

شہروز اور فہد فٹبال اچھال رہے تھے تبھی فہد کے شیطانی دماغ میں خیال گھوما۔اس نے فٹ بال کو کک ماری جو کہ ہمشا کی کمر میں زور سے لگا کیونکہ ہمشا کی پشت ہی اس طرف تھی۔ہمشا کی زوردار چینخ نکلی۔آیت بھی تڑپ اٹھی تھیں۔برآمدے میں بیٹھیں نانی امی نے اسے دیکھ لیا تھا۔آیت اٹھی اور جلدی سے فٹبال اٹھا کر فہد کے بھی دے مارا۔نانی امی مسکرا اٹھی تھیں۔ہمشا کے چوٹ لگی تھی اور آیت خاموشی سے بیٹھی رہتی یہ بات اس کے خون میں ہی نہیں تھی۔جہاں ہمشا اپنی پیٹھ کو مسل رہی تھی وہیں فہد بھی اپنے سینے کو مسل کر آگے بڑھا اور پوری قوت سے آیت کو دھکا دیا۔آیت زور سے زمین پر گری۔زمین پر ٹیڑھے گرنے کی وجہ سے اس کی ٹانگ میں بھی چوٹ لگی اور ہاتھ بھی جلنے لگے تھے۔نانی امی تڑپ کر اٹھ کر باہر آئیں اور فہد کو سناتیں اس کے بازو پر تھپڑ بھی مارا۔فہد نے غصے سے نانی امی کو دیکھا۔ہمشا نے جلدی سے آیت کو اٹھا کر اس کے کپڑے جھاڑے۔

مجھے آپ نے کیوں مارا۔"فہد غصے سے بولا تھا۔"

تجھے تیرے ماں باپ نے تمیز سکھائی ہے بھی یا نہیں بد معاشی کرتا تو بہنوں کو مار رہا ہے" گدھے جتنا ہے اور عقل ہے نہیں اور مجھ سے پوچھ رہا ہے کیوں مارا۔ میرے تو ہاتھوں میں جان نہیں ہے اگر یہاں تیرا دادا ہوتا یا کوئی بھائی تو پھر اتنی مار پڑتی کہ عقل ٹھکانے آجاتی۔" نانی امی نے ان دونوں کو اپنے ساتھ لگائے کہا۔ گھر کی خواتین بھی آوازیں سنتی باہر آئی تھیں۔ منڈیر کے پار والے حصے میں بیٹھا سفیان بھی ان کے پاس آیا تھا۔

کیا ہوا ہے اماں اسے کیوں ڈانٹ رہی ہیں۔" شمسہ بیگم اپنے بیٹے کی طرف لپکی تھیں۔

مما میں نے کچھ نہیں کیا میں نے بال کو کک ماری اور بال ہمشا کو لگی اور آیت نے مجھے بھی بال ماری۔" سب کو ہی معلوم تھا کہ کتنی جان بوجھ کر لگی تھی بال۔

کیوں تمہیں کوئی اور راستہ نظر نہیں آیا یا ہمشا ہی نظر آئی۔ ہمشا مفت کا مال ہے یا" تمہارے ماں باپ کی نوکرپوتی ہے وہ میرے مرحوم بیٹے کی بڑی بیٹی۔" نانی امی نے انہیں جتا کر ہمشا اور اس کی ماں کو مان دیا تھا۔

اماں آپ ہمیشہ ہی ایسا کرتی ہیں ان کی وجہ سے میرے بچوں کو ڈانٹتی ہیں اور کیا ہوا ذرا سی بال ہی لگی تھی کوئی چھت تو نہیں گر گئی تھی۔ یہ نواسی اور پوتی آپ کو کیا ہی دیں گی کام تو آخر پوتے ہی آئیں گے۔"

بہو تم ایسی بات نہ ہی کرو تو اچھا ہے میرا منہ کھلوانے چلی ہو تو سن لو ایسے بد تمیز پوتے" کی بھی ضرورت نہیں پڑ سکتی۔اور اگر چھت نہیں گری تھی تو پھر جب آیت نے برابر میں بال ماری تو پھر فہد سہہ لیتا پھر میری نواسی کو دھکا کیوں دیا ٹانگ میں چوٹ لگی ہے اس کے۔"نانی امی نے انہیں اچھی خاصی سنائی تھیں۔

اماں آپ کو تو بس ان کی ہی فکر ہے۔"شمسہ بیگم بیٹے کو لیے بڑبڑاتی چلی گئیں۔شمشاد" بیگم بھی تماشا دیکھ کر چلی گئیں۔لیکن چارپائی پر بیٹھیں از رین اور فدوا ان دونوں کو دیکھ کر رہ گئیں۔

رافیعہ بہو شوہر کے مرنے کے بعد نہ تم کبھی خود کے لیے کھڑی ہو سکی اور اپنے بچوں" کو بھی یہی بات سکھادی کم از کم بچوں کو تو ہمت دو میں کب تک بولوں گی میں مر جاؤں گی تو اس کے بعد تمہارا کیا ہو گا۔یہ ہمارے جیتے جی اتنی بے ایمانیاں کرتے ہیں اور مرنے کے بعد تو تم لوگوں کو بیچنے تک کر دیں گی۔"نانی امی نے کہتے دونوں کو ان کی ماؤں کے حوالے کیا اور برآمدے کی طرف چلی گئیں۔

امی بہت گندا ہے فہد میں بابا کو بتاؤں گی۔"

آیت نے چوٹ دکھاتے کہا۔عارفہ بیگم نے اس کا ماتھا چوما اور اسے لے گئیں۔ہمشا" نے اپنی ماں کو دیکھا۔رافیعہ ممانی نے نظریں پھیر لیں۔

رات کو رافیعہ ممانی فاہا کو سلا کر ہی بیٹھی تھیں جب دروازے پر دستک ہوئی۔ رافیعہ ممانی دروازے کی طرف لپکیں۔ لیکن ایک طرف کرسی پر بیٹھی ہمشا کہیں دور سوچوں میں گم تھی اور دروازے کی دستک سے اس کی سوچوں میں خلل نہیں ڈلا تھا۔ وہ آیت سے بہت مختلف تھی۔ دونوں کی مائیں انہیں صبر کرنے اور انہیں مسائل پر خاموش رہنے کی تلقین کرتیں مگر آیت پوری طرح ڈھنڈورا پیٹتی اور دوسری جانب ہمشا اپنی ماں کی طرح خاموش ہو جاتی، نانا اور نانی تو کچھ نہ کہتے اور نہ ہی ماموں اور ان کے بچے لیکن دونوں ممانیاں اسے کسی بھی جگہ نہیں بخشتی تھیں۔ اس کی ماں کی بھی تذلیل کر دیتیں۔ اور وہ نو سالہ لڑکی جس کے اندر ابھی سے ڈر پیدا ہو رہا تھا۔ اس کی زندگی عام بچوں کی طرح نہیں تھی اس کا بچپن بچپن نہیں تھا اس کی زندگی نے اس کا بچپن چھین لیا تھا اور اسے وقت سے پہلے رویے محسوس کرنے والا اور خاموش طبع بنا دیا تھا۔ وہ ہنستی تو اسے خود کو اپنا آپ بھی پرایا لگتا جیسے ہنسنا اس کی قسمت میں ہی نہیں ہے۔ اور کبھی کبھار سب پر بہت غصہ آتا اپنی ماں پر بھی پھر ماں کو ہی درد سنا کر بیٹھ جاتی اور کیا کرتی۔ اگر کسی کو جواب دیتی تو اس کے حق میں کون کھڑا ہوتا۔ بوڑھے دادا دادی یا شمشاد ممانی کا بیٹا سفیان یا عبدل نجم۔ نہیں وہ گھر کے مردوں پر امید نہیں لگاتی

تھی اور عبدل نجم اس پر تو اس نے زندگی میں کبھی لگائی بھی نہیں تھی۔ وہ خود بھی کسی کو دلیل نہیں دیتا تھا وہ اس بچی کا کیا ہی ساتھ دیتا۔

رافیعہ ممانی نے دروازہ کھولا تو سامنے ہی آیت دونوں مٹھیاں مونگ پھلی کے دانوں سے بھرے ہوئے کھڑی تھی اور کچھ شک نہیں تھا کہ اس کے کوٹ کی جیبوں میں بھی مونگ پھلی کے دانے تھے۔

ممانی پیچھے ہوئیے گا بہت مشکل سے پکڑی ہے مونگ پھلی۔"اس نے چہرے پر " بیچارگی سجائے کہا۔ رافیعہ بیگم نے مسکرا کر اسے گزرنے کا راستہ دیا اور وہ سیدھی ہمشا کے پاس پہنچی اور اس کی گود میں مونگ پھلی ڈال دی۔ ہمشا نے چونک کر اسے دیکھا جو کوٹ کی جیب سے مونگ پھلی کے دانے نکال رہی تھی۔

"یہ کیا ہے؟"

"کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا یہ مونگ پھلی ہے جو تم اپنی اداسی میں کھانا بھول گئی تھی۔"

"لیکن تم کیوں لائی؟"

ممانی یہ ایسے کیوں کرتی ہے میں اگر اس کے لیے کچھ لاؤں تو یہ لے لیا کرے امی کہتی " ہیں تحفے لے لینے چاہیں اور ویسے بھی یہ تو تمہارا حق تھا۔"آیت سمجھداری سے کہتی اس کے

ساتھ والی کرسی پر بیٹھی۔رافیعہ ممانی مسکراتی ان کے سامنے بیٹھ گئیں۔آیت نے انہیں بھی مونگ پھلی دی مگر وہ انکار کر گئیں۔وہ ان دونوں میں پیار دیکھ کر بہت خوش ہوتی تھیں۔

شمشاد ممانی اتنی چالاک ہیں انہوں نے آپ لوگوں کو مونگ پھلی نہیں دی۔"شمشاد ممانی جتنا بھی نام نہاد پیار جتاتیں مگر آیت عارفین بھی اپنے نام کی ایک تھی جس کی جو بری حرکتیں جو برائیاں ہیں وہ ہیں ان کی برائیوں کو وہ ان کے احسان تلے نہیں چھپا سکتی تھی۔

آیت بیٹا ایسی بات نہیں ہے ہم وہاں نہیں تھے تو ہمیں نہیں ملی۔"رافیعہ ممانی نے" جانتے بوجھتے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

مجھے سب نظر آتا ہے وہ جو شہر والی ممانی ہیں وہ بھی وہاں موجود نہیں تھیں اور ان کے " لیے اور ان کے گندے بچوں کے لیے بڑا سا تھال بھیجا ہے میں سب سمجھتی ہوں۔"آیت نے ٹیپ ریکارڈر کی طرح ساری بات ہی اگل دی۔رافیعہ ممانی اسے مزید نہیں ٹال سکتی تھیں۔ہمشا نے آنکھوں میں درد لیے اپنی ماں کو دیکھا۔آیت کچھ دیر مزید بیٹھی مونگ پھلی کے چھلکے اتر کر کھاتی رہی اور پھر اٹھ کر چلی گئی۔اس کے جاتے ہی ہمشا نے مونگ پھلی سے ہاتھ روک لیے اور انہیں اپنی جھولی سے اٹھا کر ساتھ والی کرسی پر رکھ دیا۔

امی اگر ابو نہ ہوں تو پھر ایسا ہوتا ہے؟" اس نے اپنی ماں سے پوچھا۔ رافیعہ ممانی کا دل" تڑپ اٹھا۔

نہیں کچھ بھی نہیں ہے تم زیادہ سوچتی ہو۔ سب اتنا خیال کرتے ہیں تمہارے دادا" "دادی پھوپھو سب ہی خیال کرتے ہیں۔

اچھا میں زیادہ سوچتی ہوں اور میں ان سب کے خیال کرنے کا کیا کروں یہ سب پرائے" ہیں ساری زندگی یہ سب میرے ساتھ نہیں رہیں گے دادا دادی اور پھوپھو بھی نہیں رہیں گی لیکن باقی سب رہیں گے۔ آپ نے خود بھی تائی امی کی باتیں سنی اور مجھے بھی صبر کرنے کو کہا ہے لیکن ایسا کیوں اگر باپ کا مرنا اتنا ہی برا ہوتا ہے تو پھر مجھے بھی ان کے ساتھ ہی مار دیتے۔" ہمشا غصے سے بول کر اپنی جگہ پر لیٹ گئی۔ لیکن رافیعہ بیگم کا دل لہو ہو گیا تھا۔ کافی دیر وہ ویسے ہی بیٹھی رہیں۔ ہمشا تو غصہ اتار کر سو گئی لیکن ان کی نیند اڑ گئی تھی۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے نا جانے کتنی دیر انہیں یہی سب کچھ سہنا پڑنا تھا۔

ناشتے کے بعد عبدل احد اور عنادل صحن میں کھیل رہے تھے۔ ان کے قریب ہی نانی امی چارپائی پر بیٹھیں سب کو دیکھ رہی تھیں۔ ہمشا چھت پر بیٹھی پڑھائی کر رہی تھی۔ باقی سب بھی اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ آیت سٹالر کو ٹھیک کرتی سیڑھیاں چڑھنے لگی

تھی جب اسے کچن سے کسی کی آواز آئی۔ ممانی شاید کسی کو ڈانٹ رہی تھیں۔ آیت نے اندر جھانک کر دیکھا تو وہاں شمشاد ممانی پانچ سالہ فاہا کو ڈانٹ رہی تھیں اور ساتھ ہی شمسہ بیگم کھڑی کڑاہی میں چمچہ ہلانے کے ساتھ ہنس رہی تھیں۔

اب اگر سبزیوں کو چھیڑا تو پھر دیکھنا اپنی کالی رنگت کا اثر سبزیوں پر بھی کرنا چاہتی ہو۔ نا جانے کس پر گئی ہو ننھیال سے ہی رنگ چرایا ہوگا وہیں ہیں کالے پیلے اب اگر کسی چیز کو چھیڑا تو پھر دیکھنا ہاتھ کاٹ دوں گی اور تمہاری ماں وہ کہاں ہے بیٹی کو چھوڑ کر خود آرام فرما رہی ہو گی۔" شمشاد ممانی کا انداز بھی بہت برا تھا۔ آیت سیڑھیوں کی طرف ہو گئی تا کہ کوئی دیکھ ہی نہ لے کہ وہ ان کی باتیں چوری چوری سن رہی ہے سن تو نہیں رہی تھی مگر ان کے الفاظ نے اسے ضرور متوجہ کیا تھا۔ فاہا کی گندمی رنگت تھی مگر سارا دن مٹی میں کھیل کھیل کر اس کی رنگت میں فرق آیا تھا مگر وہ خوبصورت تھی اس کے باریک نین نقش تھے اور دیکھنے والا اس کی طرف متوجہ ہوتا اور اسے خود ہی اٹھا کر پیار کرتا۔

اور کیا کر رہی ہو آیت؟" سیڑھیوں سے نیچے آتا سفیان اس کے پاس سے گزرا تو وہ" مسکرا کر نفی میں گردن ہلا گئی۔

فاہا کو مزید بیستی سے بچانے کے لیے اس نے کچن میں قدم بڑھائے۔ اور فاہا کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر لے آئی۔ آیت کو دیکھ کر وہ مزید رونے والی ہو گئی۔ نا جانے اس پانچ سالہ بچی نے

خود کو کیسے رونے سے روکا ہو گا کیسے آنسو اپنے اندر دھکیلے ہوں گے۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا اور کہنے والی تو کبھی جان ہی نہیں سکتی تھی کہ جو الفاظ وہ کہہ رہی ہے اس سے کسی کی ذات پر کتنا اثر پڑ سکتا تھا۔

"آ گئی نا اس کی چہیتی اس نے تو الگ ہی ان ماں بیٹیوں کے احساس کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ کہنے کو میری امی یہ کہتی ہیں وہ کہتی ہیں بری باتوں سے منع کرتی ہیں اور سارا دن قینچی کی طرح زبان چلاتی ہے بڑوں کے سامنے ایسے بولتی ہے جیسے بہت بڑی ہو یہی سکھایا ہے عارفہ نے۔" شمشاد نے آیت کے جاتے ہی جل بھن کر کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو شمشاد ایک نمبر کی بدزبان لڑکی ہے میرے فہد کے پیچھے ہی پڑی رہتی ہے اور لحاظ بھی نہیں رکھتی کہ اس سے کتنا بڑا ہے اور عارفہ کو دیکھ لو جیسے خود تھی ویسی ہی تربیت کرنی تھی۔" دونوں نے اپنا اپنا غبار نکالا کیونکہ یہ بات آیت کو نہیں کہہ سکتی تھیں۔ آیت کو کہتیں اس نے جھٹ خبر نشر کر کے انہیں پورے خاندان میں نشر کرنا تھا اور پھر اپنے ددھیال میں بھی۔ لیکن یہ سب عادات تو بچپن میں ہوتی ہیں بڑے ہو کر عادات تو کیا رویے ہی بدل جاتے ہیں۔

"یہ رافیعہ کی دونوں بیٹیاں سکارف کس کے لیے پھر رہی ہیں۔" شمسہ کی خود کی بیٹی کے پاس جو نہیں تھا تو پھر جلن تو ظاہر کرنی ہی تھی۔

مجھے کیا پتہ اس چہیتی اور اس کی ماں نے ہی لا کر دیا ہو گا اور کون لا کر دے گا۔" شمشاد ممانی نے تمسخر اڑاتے کہا تو شمسہ ممانی بھی ہنس دیں۔

آیت اور ہمشا دونوں ہی سفیان کے ساتھ ہی کھیتوں میں چلی گئیں۔ سر سبز کھیت پر بیجی گئی فصل ابھی تھوڑی تھوڑی ہی اُگی ہوئی تھی۔ سفیان تو کام کرنے چلا گیا اور وہ دونوں صائم کے ساتھ آگے بڑھ گئیں۔

صائم بھائی امرود توڑ کر دیں گے نا آپ؟" امرود کے باغ کی طرف جاتے آیت نے" پوچھا۔ وہ دونوں اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔ آیت نے ٹراؤزر شرٹ کے اوپر لمبا نیوی بلیو کلر کا کوٹ پہنا ہوا تھا اور بلیو ہی سکارف پہن رکھا تھا۔ ہمشا نے گھٹنوں تک لمبی فراک کے ساتھ کمر تک آتا بلیک کوٹ اور سر پر سکارف ہی اوڑھا ہوا تھا۔ دونوں قدم سے قدم ملاتیں ایک ساتھ چل رہی تھیں۔

تم خود توڑو گی میں نہیں توڑ کر دوں گا۔" صائم نے شرارت سے کہا۔"

"بھائی مجھے نہیں آتا آپ توڑ دینا اسی لیے تو آپ کو ساتھ لائے ہیں۔"

تم لوگ اپنے ساتھ لائے ہو؟" صائم چونک کر پلٹا۔یکدم اس کے پلٹنے پر آیت لڑکھڑا" کر نیچے زمین پر گری۔ صائم نے ہنستے ہوئے اسے اٹھانا چاہا مگر اس نے ہاتھ جھٹک دیا۔ ہمشا نے اسے اٹھایا۔اور اس کے کپڑے جھاڑے۔

مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا۔"اس نے ناک پھلائے ناراضگی کا اظہار کیا۔"

"اچھا معاف کر دو میری تو ویسے ہی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔"

میں نے بس آپ کے ساتھ نہیں جانا۔" وہ پلٹی۔ ہمشا نے اسے روکنے کی کوشش کی" مگر وہ نہیں رکی۔ صائم بھی پیچھے بڑھا۔

کیا ہوا ہے؟"سامنے سے عبدل نجم سامنے آیا اور ان دونوں کو ایک نظر جاتے دیکھا۔"

پتہ نہیں آیت خود ہی گر گئی اور میری ہنسی چھوٹ گئی تو ناراض ہو کر چلی" گئی۔" صائم۔نے بتایا اور عبدل نجم مسکرا کر آگے بڑھ گیا۔

گھر پہنچیں تو صحن میں سب بیٹھے ہوئے تھے۔ نانی امی عنادل کے سر کی مالش کر کے ابھی فارغ ہوئی تھیں۔

یہ کپڑے کیسے گندے کر کے آئی ہو؟"عارفہ بیگم نے پوچھا تو اس نے کوئی جواب نہ" دیا۔

ادھر آؤ دونوں تم دونوں کے بالوں میں تیل لگاؤں۔عارفہ بعد میں اسے دیکھ لینا اب"
تیل لگوانے کے بعد ہی نہالے گی۔"نانی امی نے اسے اپنے پاس بلایا اور خود کے سامنے
بٹھایا۔

اس کے بال کھول کر نانی امی تیل لگانے لگیں۔

دیکھو تو بالوں میں جان ہی نہیں ہے عارفہ خیال کیوں نہیں رکھتی اس کے بالوں کا اللہ"
نے بال دیے ہیں تو پھر ذرا احتیاط بھی ضروری ہے۔"نانی امی نے ایک نظر اپنی بیٹی کو دیکھ کر
کہا۔

اماں ہفتے بعد ایک دن کی چھٹی ملتی ہے اس میں لگا دیتی ہوں اگر وقت ملے ورنہ یہ احد"
"ذرا بھی سکون نہیں کرنے دیتا۔

بس عارفہ یہ بہانہ ہی ہے ہم نے بھی تو تم لوگوں کو سنبھالا ہے تمہارے تین تو کیا ہوا"
میرے پانچ تھے اور تین پتر ہی۔"نانی امی نے ہاتھ کا اشارہ بھی کیا۔ہمشا بھی آیت کے
سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔عبدل نجم اور صائم بھی آ گئے اور ایک طرف آکر کھڑے ہو گئے۔

نانو اہستہ کھینچ لیں بال۔"آیت نے احتجاج کیا۔"

بالوں میں جان ہو تو پھر بال بھی درد نہ کریں۔" نانی خود تو ہاتھ ہولا نہ رکھ سکیں لیکن آیت کو ضرور کہہ دیا۔اس کے سر میں اچھے سے مالش کرنے کے بعد انہوں نے اس کے ماتھے پر بھی مالش کی تو آیت اچھلی۔

نانو ماتھے پر تیل نہ لگائیں پھر شمشاد ممانی مجھے بھی کالا بولیں گی۔"ایت کو شمشاد ممانی" کے کہنے کا تو سمجھ آیا تھا مگر فاہا کے یتیم ہونے کا نہیں۔سب نے منہ کھولے اسے دیکھا۔شمشاد ممانی تو سب کے سامنے ذلیل ہو کر رہ گئی تھیں۔

میں نے کسے کہا اور میں کیوں کہوں گی۔"شمشاد ممانی اپنے حق میں بولیں۔جب سے" وہ لڑکی ان کے گھر آئی تھی روزانہ ایک نیا تماشا لگتا۔یا پھر شاید تماشے روز ہی لگتے تھے مگر واویلا مچانے والی آیت نہیں ہوا کرتی تھی۔

بیٹا ایسا نہیں کہتے وہ تمہیں کیوں کہیں گی بھلا۔"عارفہ بیگم نے سب کا لحاظ کرتے اسے" خاموش کروانا ہی بہتر سمجھا۔

کہیں گی کیونکہ کہتی ہیں یہ فاہا کو۔"اب اصل مدعہ نکلا تھا۔سفیان کے علاوہ سبھی وہاں" موجود تھے۔

لو کر لو بات بہو یہ کوئی بات ہے بچی سے کرنے والی اب وہ پانچ سالہ بچی بھی تجھے" رڑکنے لگی ہے۔بیچاری یتیم بچیوں نے کیا لے لیا تیرا۔"نانی امی نے شمشاد کی اچھی خاصی

کر دی۔ شمشاد کو جو آگ لگی الٹا ان کے شوہر نزاکت ماموں بھی بیوی کے لیے ہمدرد ثابت ہوئے۔ نہ تو قصور شمشاد ممانی کا تھا اور نہ ہی آیت کا قصور تھا تو ان بڑوں کا جو کسی انسان کو کہیں علیحدگی میں سمجھانے کی بجائے سب کے سامنے بے عزت کر دیا کرتے تھے۔ خیر یہ آج کا ہی قصہ نہیں تھا یہ قصہ کئی سالوں کا تھا۔ نانی امی بڑی تھیں اور شمشاد ممانی بھی کمی نہیں کرتی تھیں وہ تو نانی امی کے آگے بھی بول پڑتیں۔

اماں یہ کہاں کا انصاف ہے اب بیٹھے بیٹھے آپ میری ہی بیگم کو بولنا شروع ہو گئی ہیں" "بات ہوئی بس۔ بچی نے بات کر دی آپ تو چھوڑ دیں اور کوئی بڑی بات تو نہیں۔

دیکھ نزاکت یہ کہنے کو بڑی بات نہیں تیرے بچے یتیم نہیں ہیں تو ان کے سر پر ہے" بچے جمال کے یتیم ہیں ابھی سے یہ سب باتیں ہوتی رہیں تو پھر بڑے ہو کر بچی کیا سوچے گی۔ میں نے اور تیرے باپ نے رب کو منہ دکھانا ہے تم لوگوں نے تو بے ایمانیاں ہی کر کے پیچھے ہٹ جانا ہے۔" نانی امی نے اچھی خاصی سنا ڈالیں۔ آیت پریشانی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ وہیں عارفہ بیگم کا دل کیا اپنی بیٹی کو لیے ہی وہاں سے غائب ہو جائیں۔ انہیں شرمندگی نے آن گھیرا تھا۔

اماں بات بات پر بے ایمانی کا طعنہ نہ دیا کرا اور ایسی کیا بے ایمانی کر دی ہم نے تیرے" مرحوم بیٹے کی اولاد سے۔ سب کچھ سامنے ہے۔ اماں تمہیں تو بس مرحوم بیٹے کی اولاد نظر

آتی ہے یا نواسے نواسیاں باقی ہم سب کی اولادیں تو جیسے ہیں ہی نہیں۔انہیں کہہ دیں اگر آنا ہے تو آئیں اور سکون سے رہ کر جائیں ہمارے گھروں میں مسائل ڈالنے ہوتے ہیں تو پھر نہ آیا کریں۔"نزاکت ماموں تو بول کر خاموش ہو گئے تھے۔لیکن عارفہ بیگم کا دل پھٹ گیا اور شرمندگی سے چہرہ مزید جھک گیا۔رافیعہ ممانی کو توان کی کڑوی کسیلی باتیں سننے کہ عادت تھی اسی لیے بس دل کو اداس کر کے ویسے ہی بیٹھی رہیں۔

"اپنی زبان کو لگام دو نزاکت اگر میں خاموش ہوں تو اس کا مطلب ہر گز نہیں کہ تم جو چاہے منہ میں آئے سب بکتے رہو گے۔ابھی ہم زندہ ہیں مرے نہیں ہیں اگر یہ تم دونوں کا گھر ہے تو یہ میرے مرحوم بیٹے کی بیوہ بیوی،اس کے یتیم بچوں اور میری دونوں بیٹیوں کا بھی گھر ہے۔تم جو مرضی کہو اور ہماری زندگی میں یہ یہاں آئیں گی اور اپنی مرضی سے رہیں گی۔ہمارے مرنے کے بعد تو تم لوگوں نے جو کرنا ہے وہ الگ ہی ہے۔"نانا ابا نے نزاکت کے ساتھ دوسرے بیٹے کو بھی جھاڑ پلادی تھی۔نزاکت ماموں خاموش ہو گئے۔ہر طرف سناٹا چھا گیا تھا۔

"آیت چلو میرے ساتھ۔"عارفہ بیگم چارپائی سے اٹھ کر اس کی طرف آئیں۔"

لیکن میں نے کیا کیا ہے یہ سب کیوں بول رہے ہیں۔"اس معصوم کو کیا علم کہ قصہ تو شروع ہو کر بھی ختم ہو چکا تھا لیکن اس قصے میں کسی کے الفاظ کسی کے دل پر گہرے نشتر چھوڑ گئے تھے۔عارفہ بیگم کے لیے وہاں رکنا مر جانے کا مقام تھا۔

اٹھو تم ورنہ میں ایک تھپڑ لگاؤں گی۔"عارفہ بیگم نے اسے بازو سے پکڑ کر غصے سے" کہا۔آیت اپنی ماں کے رویے پر حیران تھی۔اس کی ماں نے اس سے کبھی بھی ایسے لہجے میں بات نہیں کی تھی۔

لیکن میں نے کیا کہا ہے ؟"اس نے حیرت سے پوچھا۔عارفہ بیگم نے اس کی بازو" دبوچی اور اسے گھسیٹ کر اندر لے گئیں۔کمرے میں جا کر دونوں ماں بیٹی رونے لگیں۔آیت درواز کے سامنے اونچی آواز میں رو رہی تھی اور عارفہ بیگم دوسری طرف بیٹھی بے آواز آنسو بہا رہی تھیں۔

صبیحہ خالہ کمرے میں آئیں اور ساتھ ہی عنادل بھی پیچھے ہی داخل ہوئی۔دونوں بہنیں ان دونوں کے پاس چلی گئیں۔

آیت چپ کرو کیوں رو رہی ہو۔"عنادل اس کے آنسو پونچھنے لگی۔آیت کے آنسو" مزید روانی سے بہنے لگے۔

"تم کیوں چپ کرو عارفہ ان لوگوں کی تو یہی عادت ہے گھر میں یہی سب چلتا رہتا ہے رو رہی ہو اور تم نے الٹا آیت کو بھی ڈانٹ کر رلا دیا۔" صبیحہ خالہ عارفہ بیگم کے کندھے پر ہاتھ رکھے انہیں حوصلہ دے رہی تھیں۔

"تو اسے نہیں معلوم کہ نہیں بولنا چاہیے تھا۔" عارفہ بیگم نے صبیحہ خالہ کی طرف دیکھا۔ آنسو بہنے بند نہیں ہوئے تھے۔

"اسے کیسے معلوم ہو گا عارفہ تم بھی کمال کرتی ہو وہ بچی ہے اس نے جو سنا وہ کہہ دیا۔ بھابھی کو خیال کرنا چاہیے تھا اور وہ ان ماں بیٹیوں کے ساتھ کم زیادتیاں نہیں کرتیں۔ اماں نے ٹھیک سنائی ہیں اب کچھ دن تو سکون رہے گا اور ویسے بھی ہمشا ابھی کتنی ہے آیت سے ایک سال ہی بڑی ہے بھابھی اس سے کام کرواتی ہیں اور فاہا وہ کتنی چھوٹی ہے اس کے ذہن پر کیا اثر پڑے گا۔"

"لیکن بھائی ایسے کیوں ہوتے ہیں؟"

"عارفہ مجھے نہیں پتہ نا جانے ایسے کیوں ہوتے ہیں میرے خیال سے بیٹی کا باپ ہی اس کا محافظ ہوتا ہے اور تم نے سنا نہیں کیسے ابا نے منہ توڑ جواب دیا تھا۔" صبیحہ بیگم بھی دکھی تھیں اور بہن کو حوصلہ تو دے رہی تھیں مگر یہ حوصلے وقتی باتیں ہوتی ہیں۔ زبان سے نکلے الفاظ اور دلوں کے زخم کبھی بھی ختم نہیں ہوتے۔ تبھی عارفہ بیگم کا فون بجا۔ فون آیت کے

پاس ہی تھا اس نے فوراً فون اٹھا کر کان کو لگا لیا۔ فون پر عارفین صاحب ہی بات کر رہے تھے۔ آیت نے رو رو کر ساری بات سنائی۔ بیٹی کو روتے دیکھ انہوں نے جلد ان کے پاس آنے کا فیصلہ کیا۔

ماحول میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ شام میں ایک گاڑی بڑے سے دروازے سے اندر آئی۔ عارفین صاحب گاڑی سے نکلے اور سنجیدگی سے سب سے ملتے اپنی بیٹی کے پاس حاضر ہوئے۔ عارفین صاحب کو کمرے میں دیکھ کر وہ اپنے باپ سے لپٹی اور پھر رونے لگی۔ اس کے رونے کی آوازیں باہر جا رہی تھیں۔ اور سب کو معلوم تھا کہ اگلا منظر کیا ہونے والا تھا۔ سب دبکے بیٹھے تھے۔ چھوٹی سی بات پر بڑی لڑائی ڈال لی گئی تھی۔ لیکن یہ بڑی بات بھی تھی اور وہ بھی فاہا کے لیے۔ لیکن بچپن میں انسان بڑی بڑی باتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے اور بڑے چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی لڑائی کر لیتے ہیں کیونکہ بچہ صرف اپنے لیے لڑتا ہے اور بعض اوقات خود ہی نمٹ کر ایک طرف سکون سے بیٹھ جاتا ہے لیکن بڑے بچوں کے لیے لڑتے ہیں۔

کیا ہوا ہے عارفہ اور تم بھی مجھے روئی ہوئی لگ رہی ہو۔" عارفین صاحب آیت کو اپنے"
ساتھ لگاتے عارفہ بیگم کی طرف بڑھے۔عارفہ بیگم نے نظریں جھکا لیں۔دل درد سے پھٹ
رہا تھا اور آنسو آنکھوں سے باہر آنے کو تھے ایک بار دل نے سوچا شوہر کو سب بتا دے لیکن
پھر کئی سوچیں دماغ میں بھی گھومیں اگر بتا دیتی تو مائیکے کی بھی کیا عزت رہ جاتی، شوہر کے دل
میں بھی نفرت پیدا ہو جاتی اور جب یہاں آنے کو دل کرتا تو پھر سوچتی نا جانے شوہر منع ہی نہ
کر دے۔کیونکہ عورت کا دل تو نرم ہو جاتا ہے اچھے رویے والے لوگ مل جائیں تو دل پگھلا
جاتا ہے۔لیکن مردوں کے دل سخت ہوتے ہیں۔

"بتاؤ؟"

ایسی بات نہیں ہے عارفین بس ویسے ہی میں بھی اداس ہو گئی تھی۔" بات میں سچ بھی"
تھا لیکن بات کا موقع نہیں تھا۔

کسی نے کچھ کہا ہے اور آیت بتا رہی تھی کہ تم نے اسے ڈانٹا کوئی تو بات ہے ورنہ تم"
"آیت کو نہیں ڈانٹتی۔

عارفین ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ بلا وجہ پریشان ہو رہے ہیں۔ شمشاد بھابھی نے فاہا"
کی رنگت پر کوئی بات کہی تو آیت نے سب کے سامنے کہہ دی اسی لیے میں نے اسے ڈانٹا تھا

مجھے اسے ڈانٹنا اچھا نہیں لگا تو مجھے بھی رونا آ گیا۔" انہوں نے آنسو اپنے اندر اتار کر مسکراتے بات سمیٹی۔

میرا بیٹا ایسی باتیں نہیں کہتے اور آؤ نانا ابا کے پاس بیٹھتے ہیں۔" عارفین نے اسے پچکارا" تو آیت نے نفی میں گردن ہلا دی۔

مجھے یہاں نہیں رہنا مجھے گھر جانا ہے امی نے مجھے ڈانٹا ہے میں نے کچھ نہیں کیا میں نے" جانا ہے بس جانا ہے۔" وہ ضدی انداز میں بولی۔

بیٹا ابھی نہیں جا سکتے ایسے اچھا نہیں لگتا بابا ابھی تو آئے ہیں اور پھر سب کہیں گے کہ" ابھی آیا ابھی چلا گیا کچھ دیر سب کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں پھر چلتے ہیں۔" عارفین صاحب نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نا سمجھی۔

نہیں مجھے ابھی جانا ہے یہاں سب بہت گندے ہیں۔ فہد مارتا ہے بد تمیزی بھی کرتا" ہے، باقی سب بھی اچھے نہیں ہیں۔" وہ اپنی ماں سے ڈانٹ کھا کر سب کو ایک ہی تھالی میں ڈال گئی تھی۔

"اچھا چلو ہمشا اور فاہا سے ملتے ہیں۔"

میں کسی سے نہیں ملنا چاہتی مجھے کسی سے بات نہیں کرنی مجھے یہاں نہیں رہنا آپ بس" چلیں۔" وہ عارفین صاحب کا بازو پکڑ کر انہیں ساتھ لے جانے لگیں۔ عارفین صاحب نے

عارفہ بیگم کو دیکھا پھر آیت کو لیے باہر نکل گئے۔ وہ ضدی سی انہیں اپنے ساتھ گاڑی کے پاس لے گئی۔ سب نے انہیں جاتے دیکھا تھا۔ لیکن آیت نے کسی کو نہیں دیکھا تھا۔

اچھا تم یہیں رکو میں سب کو خدا حافظ کہہ کر آیا۔" عارفین صاحب نے اپنا بازو چھڑوایا اور واپس آیا۔ صحن میں کھڑے نانا شرمندگی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ انہیں اپنے داماد سے بھی شرم آ رہی تھی کہ کہیں بیٹی نے سب بتا ہی نہ دیا ہو۔

اب اجازت دیجیئے ابا جی آیت بہت ضد کر رہی ہے اب نکلنا ہو گا۔" ان کی بات پر نانا ابا" کو ذرا حوصلہ ہوا تھا کہ بیٹی نے کچھ نہیں بتایا۔

"بیٹا کھانا تو کھا کر جاتے۔"

ابا جی میں معذرت کرتا ہوں لیکن آیت بہت ضد کر رہی ہے۔ پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے" یہاں تو شوق سے آتی ہے لیکن آج یہاں رکنا ہی نہیں چاہتی خیر خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔" وہ سب افراد سے مل کر گاڑی کے پاس آ گئے۔ آیت ان کی طرف پشت کیے کھڑی تھی۔ عارفین صاحب نے پلٹ کر سارے گھر کا جائزہ لیا۔ ان کی نظر چھت پر کھڑی ہمشا پر پڑی جو کہ بڑی آس سے آیت کو دیکھ رہی تھی۔

اپنی دوست کو خدا حافظ نہیں کہو گی۔" عارفین صاحب کی بات پر وہ پلٹی اور ہمشا کو" ڈھونڈنے لگی جو کہ چھت پر کھڑی تھی۔ آیت نے ہاتھ ہلایا تو ہمشا نے بھی نم آنکھوں سے

ہاتھ ہلا کر اسے خدا حافظ کہا۔ کسی نے بھی اسے ملنے پر اصرار نہیں کیا تھا وہ نہیں ملی اور جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔ عارفہ بھی دونوں بچوں کو ساتھ لیے باہر آئیں۔ سب سے ملیں اور بھائی کے سامنے بھی سر کر دیا۔ نزاکت صاحب اپنے الفاظ پر شرمندہ بھی تھے لیکن جو ہو گیا وہ ہو گیا۔ ہمت کرتے سر پر ہاتھ رکھا۔ سب نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا۔ ان کے جاتے ہی ہمشا اپنے کمرے میں بھاگ گئی اور زار و قطار رونے لگی۔ وہ یتیم تھی تو ذلیل ہوتی اور اسے بس ماں نے ذرا سا غصے میں کہا تھا اور اس نے باپ کو کہا اور ضد کر کے چلی بھی گئی تھی۔ باپ ہی بیٹیوں کی ضدوں کو پورا کرتے ہیں ان کی خواہشوں کا مان رکھتے ہیں۔ باپ مر جائے تو ماں پنکھوں کے نیچے تو بٹھا لیتی ہے لیکن باپ کی کمی پھر بھی ادھوری رہ جاتی ہے۔ وہ باپ جو کسی کی بری آنکھ بھی بچوں پر نہیں اٹھنے دیتا وہ باپ باپ ہی ہوتا ہے اور بہت عظیم ہوتا ہے۔

باپ بھی نہیں مرنے چاہئیں۔"نو سالہ ہمشا کے دل سے آہ نکلی اور وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

دو سال بعد۔۔۔۔

وہ پورے دو سال اپنے ننھیال واپس نہیں گئی تھی اور نہ ہی کبھی ان کے گاؤں کا رخ کرنے کا کبھی سوچا۔ عارفہ اور عارفین دو بچوں کو لیے صبح جاتے اور اگلے دن یا شام کو واپس

آجاتے۔آیت مزید ضد کرنے لگی تھی۔ناناابانانی امی اور سفیان اور صبیحہ خالہ کبھی کبھار آکر مل جاتے لیکن وہ نہیں گئی تھی۔سب کی عمر دو سال بڑھ گئی تھی۔سب پہلے سے بڑے ہو گئے تھے۔

سب بچوں کو سردیوں کی چھٹیاں ہو گئی تھیں۔سکول سے آتے ہی وہ لوگ تیاری کرنے لگے۔وہی دسمبر کے آخری سرد دن تھے۔صبیحہ خالہ کی شادی تھی جس وجہ سے سب نے جانا تھا۔شادی تو آخری دنوں میں تھی لیکن انہوں نے چھٹیاں بھی گزارنے جانا تھا۔خالہ کی شادی کی وجہ سے آیت خوش تھی اور پھر اسی لیے جانے کے لیے تیار ہو گئی۔سب نے تیاری کی عارفہ بیگم نے بچوں کا سامان سمیٹا۔آیت نے اس بار بھی ان دونوں کے لیے کچھ شادی پر پہننے کے لیے جیولری اور شادی پر پہننے کے لیے جوتے خریدے تھے۔پینتالیس منٹ کا فاصلہ طے کرکے وہ لوگ بڑے سے گھر میں داخل ہوئے۔آج بھی نانی امی ویسے ہی کھڑی تھیں۔اور آیت انہیں ویسے ہی ملی تھی۔نانی کے ساتھ سب ویسے ہی اندر داخل ہوئے تھے جیسے دو سال پہلے ہوئے تھے سب ویسے ہی ان کے لیے کھڑے تھے۔سب پر جوش انداز میں ملے تھے۔آیت کو دیکھ کر سب کو حیرت ہوئی تھی وہ قد میں ذرا لمبی ہوئی تھی آخر دو

سال جو بیت چکے تھے۔ لیکن انہیں کے بیچ ہمشا بھی کھڑی تھی۔ دونوں نے مسکراہٹ کا تبادلہ کیا اور ایک دوسرے کو کس کے گلے لگایا۔

اصل اداس تو یہ دونوں تھیں ہم تو ملتے رہتے ہیں۔" عارفین صاحب نے ہلکے پھلکے " انداز میں کہا تو سب ہنس دیے۔

سلام دعا کے بعد سب افراد نانی امی کے بڑے سے کمرے میں بیٹھ گئے۔ شمسہ ممانی ایک دن پہلے ہی بچوں کے ساتھ آ گئی تھیں۔ طالب ماموں نہیں آئے تھے۔

عارفین میاں جاؤ گے یا ٹھہرو گے ؟" نانا ابا نے پوچھا۔ "

"ابا جی رکنے کا دل بھی ہے اور رک بھی نہیں سکتا کیونکہ بزنس کا کافی بر ڈن ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن تم رک جاتے تو اچھا لگتا۔"

ابا جی آؤں گا کچھ دن پہلے لیکن ابھی جانا ضروری ہے۔" عارفین کچھ دیر بیٹھے اور پھر " آیت کو سینے سے لگا کر باقی سب سے مصافہ کر کے چلے گئے۔

میری نواسی دو سال بعد آئی ہے آج کیسے دل کیا آنے کا؟" نانی امی نے اسے اپنے ساتھ " لگاتے کہا تو وہ مسکرانے لگی۔

آپ کی وجہ سے آئی ہوں اور اس کی وجہ سے بھی میں یہاں آجاتی ہوں لیکن یہ " میرے گھر نہیں آتی۔" آیت نے شکایتی انداز میں کہتے ہمشا کی طرف اشارہ کیا۔

"میری پوتی کو کون لائے تمہارے گھر؟"

ایسی بات نہ کریں نانو آپ بھی تو آتی ہی ہیں اسے بھی لے آیا کریں آپ خود ہی نہیں "

"چاہتیں کہ یہ آئے۔

دیکھو تو کیسے منہ بھر کر کہہ رہی ہے مجھے کیا مسئلہ ہو گا میری طرف سے جیسے مرضی "

"ملتی رہو چاہے یہ ہمشا تمہارے گھر رہ لے مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

"دیکھ لیں نانو پھر اپنی بات پر قائم رہیے گا میں ہمشا کو لے بھی جاؤں گی۔"

لگتا ہے آیت تمہیں میری بیٹی پسند نہیں جو اسے اپنے ساتھ لے جانے کا نہیں "

کہتی۔" شمشاد ممانی کیسے ہمشا کو شہر جاتا دیکھ برداشت کر سکتی تھیں۔

ممانی ایسی بات نہیں ہے ازرین خود ہی میرے ساتھ بات نہیں کرتی۔"آیت نے "

عام انداز میں کہا۔ وہ ازرین کو دیکھ لے اس کے لیے یہی کافی ہے۔عارفہ بیگم شمشاد ممانی کے

دماغ کی سوچ پڑھ چکی تھیں۔

دیکھو میری ازرین بھی تمہیں پسند کرتی ہے۔" شمشاد نے ازرین کا بازو پکڑ کر آگے "

کیا۔ لیکن آیت نے ایسے نظریں گھمائیں جیسے وہاں ازرین ہو ہی نہیں وہ بھی تو ایسے ہی کرتی

تھی۔ازرین آیت کو غصے سے دیکھتی کمرے سے نکل گئی۔

"بھئی عارفہ تمہاری بیٹی میں تو ابھی سے بہت اکڑ ہے۔"

بھابھی بچے تو اپنی مرضی کے ہی مالک ہوتے ہیں ان پر کوئی زور زبردستی کر ہی نہیں سکتا اور اس پر تو میں سوچ بھی نہیں سکتی دیکھا نہیں آج دو سال بعد نا جانے اس طرف کیسے رخ کر لیا۔" عارفہ بیگم نے واضح کر دیا تھا کہ اس پر واقع ہی رویے اثر انداز کرتے تھے۔اور اسے کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ شمشاد ممانی خاموش ہو گئیں۔

دن اچھے گزرتے کی یادیں بھی بنتی رہیں۔ناشتا سب اکھٹے چولہے کے گرد بیٹھ کر کرتے۔ساگ کے ساتھ مکئی کی روٹیاں بڑوں کو تو بہت لذیذ لگتیں لیکن بچے ایک نوالہ منہ میں ڈال کر منہ بگاڑ لیتے۔ شمشاد ممانی کے ہاتھ کے لذیذ چاول بھی کھانے کو ملتے اور کھیتوں میں بھی روزانہ گھوم پھر لیتے۔ گنّوں کا رس چوستے،تازہ امرود اتار کر کھا لیتے۔اب آیت خود ہی امرود توڑ لیا کرتی تھی۔ میٹھے بڑے بڑے مالٹے کھاتے۔گاؤں کی زندگی بہت خوبصورت تھی۔ہر چیز تازہ اور خالص ملتی۔خود کے باغات ہونے کی وجہ سے باہر سے کچھ نہیں لانا پڑتا۔ صبیحہ خالہ بھی شادی کی وجہ سے دن بدن نکھرتی جا رہی تھیں۔

شمشاد ممانی اور رافیعہ ممانی چولہے کے ساتھ پڑے بڑے سے توے پر روٹیاں پکا رہی تھیں۔مونگ پھلی کھاتی آیت ساتھ ہی دیوار کے پاس کھڑی جانوروں کو دیکھ رہی تھی۔

ممانی نانا ابا نے کبوتر کیوں نہیں رکھے اور یہ گائے بھینسیں کیوں رکھی ہوئی ہیں کتنی بدبو آتی ہے۔" آیت نے ناک پر بھی انگلی رکھتے اداکاری کی۔

یہاں رہو تو یہ بدبو بھی بدبو نہ لگے اور دودھ بھی تو پیتے ہیں تب بدبو کہاں جاتی ہے۔" شمشاد چچی نے جواب دیا تھا۔ کیونکہ شمشاد ممانی کے ساتھ ہی وہ لمبی لمبی بحث کر سکتی تھی۔

"کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں لیکن کتنا مشکل ہے نا یہ سب سنبھالنا۔"

بس آ ہی جاتا ہے ہم تمہیں بھی یہی رکھ لیں گے تم پھر عادی ہو جاؤ گی یہ سب دیکھنے کی۔"

ممانی میں تو یہاں نہیں رہوں گی۔" وہ ہاتھ ہلا کر کہتی سیدھی ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی نظر سامنے پڑی جہاں چھت پر کھڑا عبدل انجم غور سے صحن میں چارپائی پر بیٹھی ہمشا کو دیکھ رہا تھا جو کہ فاہا کے بال بنا رہی تھی۔ آیت کو عجب لگا۔ اس نے کبھی ایسا کچھ نہیں دیکھا تھا اور اسے کچھ خاص سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ ہمشا کو کیوں دیکھ رہا تھا۔ وہ تو ہمشا کا بھائی تھا اور یہ صرف اور صرف آیت کا ہی وہم ہو سکتا تھا۔ اس نے انہیں نظرانداز کیا اور شمشاد ممانی کی بات پر متوجہ ہوئی جو کہ آیت سے ہی کچھ کہہ رہی تھیں۔

"بیٹا یہ سب پہلے کی باتیں ہوتی ہیں نصیب کے کھیل بہت عجیب ہوتے ہیں نا جانے کسے کہاں پہنچا دیں یہ کسے علم ہوتا ہے اب دیکھو تمہاری خالہ گاؤں کی ہیں اور ان کی شادی شہر میں ہو رہی ہے۔"

"ممانی لیکن کبھی کبھار خود بھی تو محنت کرنی پڑتی ہے اور بابا کہتے ہیں میں ان کے پاس ہی رہوں گی۔"

"ایسا ہوتا تو پھر ہم لوگ یہاں ہوتے اپنی اس ممانی کو ہی دیکھ لو کبھی سوچا تھا شوہر کا سایہ سر سے اٹھ جائے گا۔" شمشاد ممانی کے اشارے پر آیت نے رافیعہ کی طرف دیکھا جو کہ اداس ہو گئی تھیں۔

"اچھا تو پھر ممانی دوسری شادی کر لیتیں۔" آیت نے تو کہہ دیا لیکن وہ دونوں چونک کر رہ گئیں۔

"ایسا نہیں ہوتا کون پرائی بچیاں سنبھالتا۔"

"تو وہ بچیاں آپ سنبھال لیتے۔" آیت نے عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔ لیکن شمشاد ممانی خاموش ہو گئی تھیں۔ کوئی جواب بچا ہی نہیں تھا۔ رافیعہ ممانی نے انہیں ایک نظر دیکھا پھر اپنے کام پر توجہ کر لی۔ ہمشا نے اسے اشارہ کیا اور وہ ہمشا کی طرف بھاگ گئی۔

رکھ ہی نہ لیں بچے ہم اپنے بچے بڑی مشکل سے سنبھالتے ہیں ہم سے کسی کا بوجھ نہیں سنبھالا جاتا جس کے ہیں وہی سنبھالیں ہمارے لیے تو نہیں پیدا کیے۔" آیت کے جاتے ہی وہ اپنا غبار نکالنے لگیں۔ رافیعہ بیگم کا دل تو چھلنی ہو رہا تھا مگر سنتی رہیں۔

مہندی سے پچھلا دن تھا صحن میں وہ دونوں کھڑی باتیں کر رہی تھیں۔ ازرین اور فدوا ایک ساتھ ان کے پاس حاضر ہوئیں۔

ہمشا تمہیں امی بلا رہی ہیں۔" ازرین کہتے ہی پلٹنے لگی مگر آیت کی آواز پر رکی۔"

کیوں ہمشا کو کیوں بلا رہی ہیں؟" آیت آگے بڑھ کر تیز انداز میں بولی۔ ایک تو اسے یہ" دونوں اچھی نہیں لگتی تھیں اور انہیں کیسے کہہ کر جا رہی تھیں۔ بچپن میں ہر کوئی دوسرے کو اکڑ دکھانا ضروری سمجھتا ہے تب اتنی سمجھداری نہیں ہوتی۔ ہر کسی کو اپنے آپ سے اور اپنے والدین سے غرض ہوتی ہے اور جب بڑے ہوتے ہیں پھر مزاج بھی بدل جاتے ہیں تب ہم خود دوسروں کو اپنی زندگی میں شامل کرتے ہیں ان سے روابط قائم رکھتے ہیں۔

ویسے میں تمہیں بتانا تو نہیں چاہتی مگر خیر انہوں نے کچھ کام کروانا ہے ظاہر سی بات" ہے گھر میں شادی ہے اور ہمشا کام نہیں کرے گی تو اور کون کرے گا۔"

کیوں تم انہیں نظر نہیں آتی یا تمہارے ہاتھوں پر کوئی الرجی ہے یا کوئی اور مسئلہ انہیں" ہمشا ہی کیوں نظر آتی ہے۔"آیت تڑخ کر بولی۔ہمشا نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر اب وہ کہاں رکتی اب تو عمر میں دو سال کا اضافہ بھی ہو گیا تھا۔آیت نے ہمشا کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

تم میرے منہ مت لگو میں امی کو بتاتی ہوں۔"ازرین جل کر چلی گئی۔"

"تم نے اسے ایسا کیوں کہا تھوڑا سا تو کام ہے میں کر لوں گی کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔"

کیوں وہ مر گئی ہے جو پیغام دے کر گئی ہے اور زیادہ ہمدردیاں دکھانے کی ضرورت" نہیں ہے خاموشی سے کھڑی رہو۔" تبھی شمشاد ممانی ان دونوں کے ساتھ وہاں آئی۔

ہمشا تمہیں پیغام سنائی نہیں دیا اور تم یہاں آیت کا سہارا لیے کھڑی ہو۔ذرا سا کام" "کروا دو گی تو گھس نہیں جاؤ گی۔

ممانی اسے کیوں کہہ رہی ہیں یہ دونوں اس سے بڑی ہیں یہ فارغ گھوم رہی ہیں یہ ذرا" "سا کام کروا دیں۔

دیکھو آیت تم بیچ میں مت بولو یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے اور تم خاموش کیوں کھڑی ہو" "چلو۔

ممانی میں تو بولوں گی بیچ میں اور تم کہاں جا رہی ہو آرام سے کھڑی رہو۔"آیت اسے پیچھے کرتی خود سامنے کھڑی ہو گئی۔ہمشا کا ہاتھ ابھی بھی اس نے پکڑا ہوا تھا۔

"دیکھو تو سہارا کس کا لے رہی ہے۔"ازرین نے تمسخر اڑایا اور فدوا بھی ہنس دی۔اگر کوئی کہتا تو یہ کسی ڈرامے کے ہی اصلی کردار لگتے۔

"دیکھو تم بیچ میں بول رہی ہو آیت پھر تم واویلا مچا کر گھر چلی جاؤ گی اور سب کو پریشان بھی کرو گی تم بیچ میں مت پڑو۔"

"ممانی میں تو بیچ سے نہیں ہٹوں گی اور میں خود اپنی مرضی سے گئی تھی کیونکہ یہاں پر امی نے مجھے ڈانٹا تھا اس لیے اور دوبارہ یہاں سے واپس جانے کے لیے نہیں آئی۔"آیت نے ٹکا سا جواب دیا۔عارفہ بیگم گھر پر نہیں تھیں۔

"تم بہت بدتمیز ہو آیت میں تمہاری امی کو بتاتی ہوں اور تم مجھے بعد میں نظر آنا پھر میں تمہارا علاج کروں گی۔"شمشاد ممانی پلٹیں۔

"ممانی ہمشا بالکل ٹھیک ہے آپ اپنی چہیتیوں کا علاج کریں ان کے دماغ خراب ہو گئے ہیں۔"وہ انہیں جواب دے کر جلدی سے ہمشا کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھگا کر کھیتوں میں لے گئی۔شمشاد ممانی انہیں غصے سے دیکھ کر رہ گئیں۔اگر وہ ذرا سی عقل کر جاتیں تو دوبارہ ایسی

حرکتیں نہ کرتیں مگر جن کی رگوں میں ہی جلن، کم ظرف قرار دینے کا خون دوڑتا ہو وہ کہاں پیچھے ہٹتے ہیں۔

تب تو وہ بچ گئی تھی لیکن رات کے کچھ برتن دھونے والے پڑے تھے وہ برتن انہوں نے ہمشا سے دھلوائے اور انہیں لعن طعن بھی کیا۔

"میں دیکھ رہی ہوں تمہیں آیت کا سہارا لے کر جو میری بات نہیں مان رہی نا کسی دن ایسی عقل ٹھکانے لگاؤں گی نا کہ عمر بھر یاد رکھو گی۔ وہ تو دو دن کی مہمان ہے آج یا کل چلی جائے گی مگر تمہیں کون بچائے گا پھر کس کے پیچھے چھپو گی۔ یہ کام چوری جو اپنی ہڈیوں میں تم نے رچا رکھی ہے اسے دور کر لو۔" شمشاد ممانی کے الفاظ پر اس کا دل کیا وہ انہیں جواب دیتیں کہ ان کا اپنی بیٹی کے بارے میں کیا خیال ہے وہ تو کسی کام کو ہاتھ لگا کر راضی نہیں ہوتی۔ لیکن خاموش رہی کیونکہ اگر بول دیتی سب اسے ہی بولتے اور عنقریب تھا کہ کوئی تایا آگے بڑھ کر ایک تھپڑ بھی جڑھ دیتا اور اس کی ماں خاموشی سے بس دیکھتی ہی رہتی۔ اس کے بعد بھی وہ اسے بولتی رہیں لیکن سیڑھیوں پر کھڑی آیت نے ان کے الفاظ سن لیے تھے۔ اب اسے ان کے الفاظ کی سمجھ اچھے سے آتی تھی۔ وہ برآمدے سے نکل کر صحن میں چلی گئی۔

یہ بہت بری ہیں ہمشا میری دوست ہے وہ مجھے عزیز ہے یہ اسے کیسے باتیں سنا سکتی ہیں" میں انہیں بتاتی ہوں مجھے کچھ کرنا ہے ابھی تا کہ یہ بھی پھنسیں اور ابھی آرام کرنے کی بجائے ابھی مزید کام کریں۔"اس کی نظر چولہے پر پڑے دودھ کے پتیلے پر پڑی۔

لیکن امی کہتی ہیں کسی کے بارے میں غلط سوچنا بری بات ہے لیکن ان لوگوں کا کیا یہ" بھی سوچتے ہیں اور اس کے بعد زبان سے بھی ادا کرتے ہیں۔"وہ ٹھوڑی تلے انگلی سجا کر دودھ کے پتیلے کو دیکھنے لگی۔

لیکن دودھ تو رزق ہے اور رزق کو ضائع نہیں کرتے اور کیا پتہ ممانی کاہلی دکھاتے" ہوئے ہمشا کو ہی لگا دیں صاف کرنے میں تو میں اپنے غصے میں اس کے لیے مسئلہ کیوں کھڑا "کروں۔

ہمشا کی بیستی میری وجہ سے ہوئی ہے کیا مجھے اس کے لیے نہیں بولنا چاہیے پتہ نہیں" لیکن وہ ڈر جاتی ہے وہ مجھے بھی منع کر دیتی ہے۔ شمشاد ممانی جتنا کڑوا بولتی ہیں کون نہیں ڈر سکتا لیکن اسے خود کے لیے بولنا چاہیے۔"وہ پتیلے کو دیکھتی رہی اور سوچتی رہی۔ پھر کسی کے قدموں کی آواز پر وہ اندر بھاگ گئی۔

"عارفہ میں کہنا تو نہیں چاہتی بچوں کا معاملہ ہے لیکن ابھی سے اگر نہ بتایا تو بات بڑھ بھی سکتی ہے۔" پراٹھا توے پر ڈالتے ہوئے شمشاد ممانی نے بات کا آغاز کیا تھا۔ بات کا آغاز تو دور کی بات نئی الجھن پیدا کر دی تھی۔ آیت وہاں موجود نہیں تھی۔ لیکن چولہے کے گرد بچے اور خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ سفیان اور عبدل نجم بھی موجود نہیں تھے۔ ہمشا بھی آیت کے ساتھ ہی کمرے میں تھی۔

"کیسی بات بھابھی؟" عارفہ بیگم کو معلوم تھا ان کی بیٹی کا ذکر تو لازمی آئے گا ہی۔ اور وہی ہوا۔

"تمہاری آیت نے کل میرے ساتھ بدتمیزی کی اب اس میں اتنی ہی تمیز رہ گئی کہ وہ ہمیں بڑا ہی نہیں سمجھتی اور ہم سے بھی زبان درازی کرنے لگیں۔"

"بھابھی کیا کہا اس نے؟"

"ابھی ہے کتنی اور ابھی سے میری بیٹی کو اپنی باتوں میں گھسیٹ رہی ہے اور وہ بھی ہمشا کے لیے۔ اور ہمشا وہ الگ بدتمیز ہوتی جا رہی ہے۔" ان کی بات کا صاف مطلب تھا کہ آیت ان کے گھر کے بچوں کو بگاڑ رہی ہے لیکن انہوں نے ان کے مطلب کو نظر انداز کیا۔

بھابھی جانتی تو ہیں کہ ہمشا کے خلاف وہ ایک بھی لفظ نہیں سن سکتی۔میں اسے لاکھ" سمجھاؤں مگر وہ اب نہیں سمجھتی۔"عارفہ بیگم نے ذرا سی دلیل دے کر ان کی بات کو چلتا کیا تھا۔

لو تم نے تو کر دی عارفہ بات میں تمہیں اب کیا کہوں تم نے تو بچی بگاڑ رکھی ہے لیکن" تم رافیعہ بس بت بن کر سنتی رہا کرو ذرا عقل تم بھی کر لو اور بیٹی کو سمجھایا کرو کل کو پرائے گھر جائے گی اور کیا گل کھلائے گی۔"سب بچے ہنسنے لگے۔رافیعہ ممانی شرمندگی سے سر جھکا گئیں۔سب کے سامنے ان کی کیا ہی عزت رہ گئی تھی اور بچوں کے سامنے وہ بھی اسی طرح سیکھتے۔

بھابھی ویسے ایک بات کہوں چاہے اچھا لگے یا برا آپ یہ تو کہیں گی ہی کہ میری بیٹی کو" گھسیٹا ہے مگر وہ بڑی ہے سب بچیوں سے اسے کونسا کام آتا ہے اس کا کام میں ہاتھ ڈلوایا کریں تاکہ اس کا ہاتھ کھلے پرائے گھر تو اس نے بھی جانا ہے پھر آگے جا کر مسائل تو نہ ہوں گے۔"عارفہ بیگم نے بدلہ پورا لیا تھا۔بھلا ان کو کس نے اتنی چھوٹ دے رکھی تھی کہ وہ جب چاہیں ان کی بیٹیوں کے بارے میں بات کرتیں خود کی بیٹی بھی تو تھی۔شمشاد ممانی منہ بگاڑ کر سیدھی ہو گئیں۔اچھی خاصی کروا کے اب ان کی بچیوں پر بات نہیں کر سکتی تھیں۔

مہندی کا دن بھی آ گیا۔ مذہبی گھرانہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی مہندی یا ڈھولک وغیرہ کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ کچھ گاؤں کی عورتیں بھی ان کے گھر آئی ہوئی تھیں۔ سب لڑکیاں مہندی لگوا رہی تھیں۔ وہیں ایک کمرے میں ایک لڑکی صبیحہ خالہ کے مہندی لگا رہی تھیں اور ساتھ ہی وہ دونوں محو سی ان کی مہندی دیکھ رہی تھیں۔ بس کمرے میں وہ چار ہی موجود تھیں اور دروازے کی اندر سے کنڈی لگا دی گئی تھی۔

صبیحہ تمہارے گھر کے بچے تو بہت اچھے ہیں کیسے آرام سے بیٹھی دیکھ رہی ہیں۔" مہندی والی لڑکی نے مسکرا کر کہا تو صبیحہ خالہ بھی مسکرا اٹھیں۔

"ہاں انہیں بچے مت کہو ہمشا تو کچھ نہیں بولتی مگر میری بھانجی کی بہت لمبی زبان ہے۔"

"خالہ ایسا نہ کہا کریں میں نے دیکھا تھا میری زبان چھوٹی ہی ہے۔"

ہاہاہا۔" تینوں ہنس پڑیں۔"

"بیٹا زبان لمبی کا مطلب بڑوں کو جواب دینا۔"

"تو غلط بات پر بولتی ہوں لیکن امی اس سے بھی منع کر دیتی ہیں۔"

بیٹا ابھی تو تمہیں ان پر بھی غصہ آتا ہو گا لیکن جب بڑی ہو جاؤ گی پھر سب باتیں سمجھ" آئیں گی کہ وہ کیوں روکتی تھیں۔" صبیحہ خالہ کی بات ہمشا تو سمجھ گئی تھی مگر اس نے زیادہ کان نہیں دھرے تھے۔

میں بڑی نہیں ہونا چاہتی میں نے سنا ہے جب بڑے ہو جاتے ہیں سب بدل جاتے ہیں"
اور میں نہیں چاہتی ہمشا بدلے آپ بدلیں یا کوئی بھی بدلے۔" اسے ابھی بھی ہمشا کے ہی بدلنے کی سب سے زیادہ فکر تھی۔

"آیت کوئی نہیں بدلتا لیکن آہستہ آہستہ سب کو عقل آنے لگتی ہے۔"

"لیکن عقل ہے مجھ میں۔"

اللہ آیت تم کتنی بحث کرتی ہو۔" صبیحہ خالہ نے گہری سانس لی۔"

خالہ آپ بدل گئی ہیں۔" اس نے فوراً شکایت کی۔ تینوں پھر ہنس دیں۔"

"باتیں بنانا کوئی تم سے سیکھے کم بولا کرو۔"

خالہ میں کم بالتی ہوں میری ٹیچرز کو لگتا ہے میں بولتی ہی نہیں بس آپ لوگوں سے بات کرتی ہوں۔"

بہت اچھی بات ہے۔" صبیحہ خالہ نے اسے سراہا۔"

لمبے لمبے فراک پہنے وہ دوپہر تک تیار ہو کر پورے گھر میں گھوم رہی تھیں۔ بڑے سے صحن میں ہی ٹینٹ لگا کر کرسیاں اور ٹیبل رکھ کر مہمانوں کو بٹھانے کے لیے انتظام کیا گیا تھا۔ وہ دونوں کبھی گھر میں جاتیں اور کبھی عورتوں والے حصے میں بیٹھ جاتیں۔ سردی ہونے

کی وجہ سے دونوں نے سکارف اوڑھ رکھے تھے۔دونوں نے ہی نیوی بلیو کلر کے لمبے فراک پہنے ہوئے تھے۔دونوں کا ڈیزائن الگ تھا لیکن کلر ایک جیسا ہونے کی وجہ سے وہ کافی خوش تھیں۔

باقی سب افراد بھی تیار ہو رہے تھے۔

کچھ دیر بعد بارات آگئی۔نکاح ہوا اور دونوں کو ایک ساتھ نہیں بٹھایا گیا تھا بس کھانا کھایا اور صبیحہ خالہ رخصت ہو گئی تھیں۔بارات والے دن عارفین صاحب بھی آئے تھے۔ان کے سسرال میں شادی تھی کیسے نہ آتے۔صبیحہ خالہ کے سسرال والے اچھے خاندانی لوگ تھے۔دونوں بیٹیاں سسرال کے معاملے میں بہت خوش قسمت ثابت ہوئی تھیں۔اگلے دن ولیمہ بھی ہو گیا اور سب تھک ہار کر گھر لوٹ آئے۔عارفین صاحب شادی کے بعد وہیں تھے۔ان کا ارادہ بیوی بچوں کو ساتھ لانے کا ہی تھا۔

آیت اور عنادل اپنے والد کے ساتھ صحن میں بیٹھیں رات کا کھانا کھا رہی تھیں۔ساتھ والی چارپائی پر عارفہ بیگم اور عبدل احد کھانا کھا رہے تھے۔

اج میرا بیٹا کوئی بات نہیں کرے گا؟"عارفین صاحب نے بیٹی کی خاموشی پر کہا۔"

اونہوں۔"وہ نفی میں گردن ہلا گئی۔"

"آج موڈ نہیں ہے؟"

اونہوں۔"اس نے پھر نفی میں گردن ہلائی۔"

"چلو ٹھیک ہے بعد میں بات کریں گے۔"

"اونہوں۔"

"کیوں؟"

کیونکہ سب کو لگتا ہے میں زیادہ بولتی ہوں لیکن مجھے لگتا ہے کہ میں صرف اپنے"

"پسندیدہ لوگوں سے بات کرتی ہوں۔

تمہیں کس نے کہا؟"عارفین صاحب اس کے منہ سے بات سن کر حیران"

ہوئے۔عارفہ بیگم بھی ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"کوئی نہیں کہتا شاید میں بڑی ہو جاؤں گی تب مجھے سمجھ آجائے گی۔"

"آیت بیٹا سیدھی طرح بتاؤ بات کیا ہوئی ہے؟"

"بابا بات کوئی بھی نہیں ہوئی لیکن آج میرا بولنے کو دل نہیں چاہ رہا۔"

"بیٹا کوئی تو بات ہو گی۔"

نہیں ہے اور ایک بات آپ کو پتہ ہے شمشاد ممانی ہمشا کو بہت ڈانٹتی ہیں بابا ہم ہمشا کو"

"اپنے پاس لے جائیں گے۔

ہاں ہاں لے جائیں گے۔"عارفین صاحب نے بھی حامی بھری۔ بھلا وہ اسے کیسے لے کر جا سکتے تھے۔

"تو کب لے کر جائیں گے؟"

"بیٹا خاموشی سے کھانا کھاؤ کھاتے وقت نہیں بولتے۔"

امی یہی بات تو اہم تھی لیکن میں خود ہی سوچ لوں گی لیکن بابا پھر آپ کو میرا ساتھ دینا" ہو گا ہم ہمشا کو اپنے ساتھ رکھیں گے اور پھر ہم اس کی شادی احد سے کر دیں گے وہ ہمارے ساتھ ہی رہے گی۔"عارفین صاحب کا منہ میں نوالہ ڈالتے ہاتھ رکا اور اصل حیران تو عارفہ بیگم بھی ہوئی تھیں۔

بیٹا یہ بات تم نے بابا سے کہہ دی بات ختم کسی اور سے نہیں کہنی۔"عارفہ بیگم نے" دھیمے انداز میں اسے سمجھایا۔

اور کیا امی میں کیوں کہوں گی ورنہ پھر شمشاد ممانی ہمشا کی جگہ ازرین کو زبردستی" "ہمارے گھر میں گھسانے کی کوشش کریں گی۔

آیت کیا ہو گیا ہے تمہیں کیسی باتیں کر رہی ہو میں نے تمہیں یہ سب سکھایا ہے" ناجانے دن رات تمہارے دماغ میں کہاں سے یہ باتیں آتی رہتی ہیں اگر آئندہ ایسا کچھ کہا تو

پھر دوبارہ یہاں نہیں لاؤں گی۔" عارفہ بیگم نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تو وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

شاید میں زیادہ ہی فضول بولنے لگی ہوں لیکن اب میں نہیں بولا کروں گی اب میں" خاموش رہا کروں گی۔ جب میں بڑی ہوں گی تب لوگ بدلیں نہ بدلیں لیکن ابھی ضرور بدل رہے ہیں۔" وہ سوچ کر سر جھٹک گئی۔

اس دوپہر کے بعد وہ خاموش رہنے لگی تھی۔ وہ شمشاد ممانی کے پاس سے کم ہی گزرتی اور باتیں بھی زیادہ نہ کرتی کوئی کچھ پوچھ لیتا تو ہوں ہاں یا مختصر سا جواب دے کر چپ سادھ لیتی۔ سب کو اس میں یہ تبدیلی نظر آئی تھی۔ وہ لوگ مزید دو دن ننھیال میں گزار کر گھر واپس آ گئے۔

گھر میں آ کر ہفتہ گزر گیا اور اتوار کو جو ھر پھوپھو اپنے شوہر اور بچوں سمیت وہاں آ گئی تھیں۔

جو ھر پھوپھو بھتیجے بھتیجیوں کا تو خیال کرتیں مگر بھابھیوں سے ذرا دنگل ہی لگائے رکھتیں۔

"عارفہ یہ آیت اتنی کمزور کیوں ہوتی جارہی ہے تم اسے کھانے کو نہیں دیتی کیا؟ پکا تم اسے زیادہ کھانے سے ٹوکتی ہوگی تبھی ایسے ہو گئی ہے۔" جوھر پھوپھو نے اسے اپنے پاس بٹھایا۔اور عروہ کو اشارہ کیا کہ وہ گھر پر نظر رکھے کیا چیز نئی لے کر آئی ہیں اور کیا کرتی رہتی ہیں۔

"جوھر تم بھی کچھ بھی کہتی ہو بھلا میں اسے کیوں کچھ کہنے لگی۔ بڑی ہو رہی ہے تو جسامت میں فرق تو آئے گا ہی۔" جوھر پھوپھو اپنا سا منہ لے کر بیٹھ گئیں۔ان کے شوہر رفاقت عابد اور عارفین کے ساتھ لان میں بیٹھے ہوئے تھے۔عارفہ بیگم کھانا دیکھنے چلی گئیں کیونکہ ملازمہ اکیلی کچن میں کام کر رہی تھی۔

"ایسے ہی بولتی ہے تمہاری ماں تم اس کے جیسے نہیں بننا تم میری بھتیجی ہو میرے جیسی بننا اور اگر تمہاری ماں تمہیں کچھ کہے تو مجھے بتانا میں اسے پوچھ لوں گی۔" جوھر پھوپھو بڑی مہارت سے آیت کو اپنی طرف کرنا چاہ رہی تھیں۔آیت نے ان کی بات پر فقط مسکرانے پر ہی اکتفاد کیا۔پھوپھو آہستہ آہستہ انہیں پٹیاں پڑھا رہی تھیں مگر وہ بھی اپنی ہی ماں کے بچے تھے۔ذرا جو پھوپھو کی باتوں پر کان دھرے ہوں۔پھوپھو دوپہر کے کھانے کے بعد بچوں کو لیے چلی گئیں۔

بچے پھر لاؤنج میں بیٹھے کھیلنے لگے۔عارفہ اور منیبہ بھی ایک طرف بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں۔

"جو ھر پھوپھو رفاقت سے جو ھر دکھاتی ہیں۔"نو سالہ عبدل احد نے انگڑائی لیتے کہا۔آیت ہنس پڑی لیکن عارفہ بیگم ہنس نہ سکیں اور عبدل احد کی طرف لپکیں۔

"اس اولاد نے میری ناک الگ کٹوا رکھی ہے۔جہاں عزت ہے وہیں منہ کھول کر سارا کچھ بگاڑ دیتے ہیں۔"عارفہ بیگم بڑبڑاتیں اسے چپ کرنے کی تلقین کرتیں دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گئیں۔

"دیکھو تو کتنی بڑی باتیں کرنے لگا ہے ویسے یہ آیت کیوں نہیں اب بولتی۔"

"یہ اس کا مجھے نہیں پتہ خود ہی نا جانے کیا سوچتی رہتی ہے۔پہلے بھی کم بولتی تھی اب اس سے بھی گئی۔"

"یہ تو اب یہی جانتی ہے۔"منیبہ بیگم نے اسے دیکھا جو ابھی بھی خاموشی سے بیٹھی نا جانے کیا سوچ رہی تھی۔

سب بڑے ہونے لگے تھے۔سب کے قد و قامت میں بھی بدلاؤ آرہا تھا۔ہمشا اور آیت دن بدن مزید خوبصورت ہوتی جارہی تھیں۔ہمشا کے دسویں جماعت کے پیپر ہونے ہی

والے تھے اور آیت نویں جماعت میں تھی۔ ازرین نے دس جماعتیں مکمل کرنے کے بعد آگے پڑھائی کا نام تک نہیں لیا تھا۔ لیکن اسے زبردستی پرائیویٹ ایف۔ اے کروایا جارہا تھا۔ لیکن شمشاد ممانی اپنی بیٹی کو پھر نظرانداز کر کے ہمشا کے پیچھے پڑ گئی تھیں۔ انہوں نے ابھی سے سب کو اس بات پر راضی کرنا شروع کر دیا تھا کہ ہمشا کے میٹرک کے بعد اس کی شادی کر دیں۔ کیونکہ وہ خوبصورت تھی اور وہ جلن کی وجہ سے اسے مزید گھر میں برداشت نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ اس طرح ازرین کا رشتہ کرتے وقت بھی وہ دراڑ بن سکتی تھی اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے ان کے بیٹے بغاوت کر سکتے تھے اور وہ ایسا بالکل بھی نہیں چاہتی تھیں۔

ابھی بھی کچھ دیر پہلے شمشاد ممانی نے نیچے برآمدے میں اس کی شادی کا قصہ کھول رکھا تھا اور رشتے والی کو بھی بلا لیا تھا اور وہ عجیب عجیب سے رشتے دکھانے لگی تھی۔ ہمشا سب دیکھ کر ٹوٹے دل سے کمرے میں آ گئی اور بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی رونے لگی۔ روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئی۔ پھر آیت یاد آتی اور مرحوم باپ کا چہرہ تو دماغ سے جاتا ہی نہیں تھا۔

ہمشا تم دل مت ہارو ابھی زندگی یہی ختم نہیں ہو گی ابھی بڑی لمبی زندگی ہے ابھی میں" پڑھائی کروں گی ابھی مجھے کامیاب ہونا ہے مجھے بس یہی تک نہیں رہنا پڑھائی کرنے کے بعد

معلوم ہو گا کہ کیا ہوتا ہے۔یہی تک سوچ رکھی تو بس پھر شادی ہی ہو گی۔" وہ خود کو ہی حوصلہ دینے لگی۔

یتیم ہونا بری بات نہیں لیکن لوگ بہت بڑی سزا دیتے ہیں اب تو وقت بتائے گا کون" کہاں تک جاتا ہے۔"اس کے لہجے میں عزم تھا۔

ہمشا کے دسویں کے امتحانات ہوئے اور ساتھ ہی شمشاد ممانی نے سارا گھر سر پر اٹھا لیا۔رشتے کے لیے گھر والوں کو منانے لگیں اور دلیلیں بھی دینے لگیں کہ پڑھ لکھ کر کیا کرے گی ابھی شادی ہو جائے گی تو ٹھیک رہے گا پڑھا لکھا کر پیسہ ضائع کروانا ہے اور برتن ہی مانجھے گی کوئی تخت پر تو بٹھانے سے رہا۔ابھی شادی کر دیں گے تو بعد کے پچھتاوے سے اچھی رہے گی۔عورت کو تو گھر ہی بسانا ہوتا ہے ابھی بسا لے۔دنیا جہاں کی مثالیں انہوں نے گھر والوں کے سامنے پیش کیں۔کچھ مثالیں خود سے بھی گڑھ لیں۔

لیکن اسی طرح ایک شام عارفین صاحب عارفہ اور آیت کے ساتھ نانا ابا کے گھر پہنچے۔سب برآمدے میں بیٹھ گئے کیونکہ اب گرمیوں کے دن تھے اور صحن میں کہاں بیٹھا جاتا۔

"ابا جی آج ہم یہاں اس لیے آئے ہیں تاکہ ہم آپ سے اجازت لے سکیں۔"

کس بات کی اجازت؟"ابا جی نے حیرانگی سے پوچھا۔اصل وجہ تو کسی کو بھی معلوم نہیں تھی۔

"آیت کی خواہش ہے کہ ہمشا اس کے پاس رہ کر آگے کالج کی پڑھائی کرے اسی لیے اجازت لینے آئے ہیں۔"سب کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ عارفین صاحب ایسی ویسی کوئی بات کریں گے۔

"لیکن میاں ہم اسے کیسے بھیج سکتے ہیں اللہ کے فضل و کرم سے یہاں سب ہے ہم اسے پڑھا بھی سکتے ہیں۔"

"اور ویسے بھی اب ہم اس کی شادی کر دینے والے ہیں اچھا ہو گا وقت سے پہلے ہی اپنے گھر کی ہو گی۔"شمشاد ممانی نے اپنا پتہ پھینکا تھا۔دونوں میاں بیوی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"شادی تو بعد میں بھی ہو جائے گی بھابھی لیکن لڑکیوں کو پڑھانا چاہیے پڑھی لکھی لڑکیاں ہوں گی تو ہی نسلیں سنواریں گی۔"عارفین صاحب کو شمشاد ممانی کی بات ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

Clubb of Quality Content

"بابا یہ ہمشا کو گھر سے نکالنا چاہتی ہیں میں نے سنا ہے انہیں کہتے ہوئے آپ بس ڈٹے رہیں اور جب میری ضرورت ہوئی میں بھی بھرپور احتجاج کروں گی۔" آیت نے باپ کے کان کے قریب کہا۔ عارفین صاحب مسکرائے۔

"اباجی ہماری بات کا مان رکھ لیں دیکھیں آیت کی خواہش ہے ہم رد نہیں کر سکتے۔"

"عارفین بھائی بچوں کی ہر جائز ناجائز بات ہی نہیں مان لیتے۔" شمشاد ممانی نے پھر لقمہ دیا۔

"جی بھابھی کبھی مانی بھی نہیں لیکن ناجائز کام تو آپ اس کی کم عمری میں شادی کروانے کا کر رہے ہیں۔" عارفین صاحب نے بھی موقع پر ہی کہہ ڈالا۔ شمشاد ممانی پیچھے ہو گئیں۔

"نانا ابا بھیج دیں نا۔" آیت اصرار کرنے لگی اور نانا ابا کو ان کی بات ماننی پڑی۔ ہمشا کو پیکنگ کرنے کا بلاوا بھیجا۔ ہمشا نے جلدی سے کپڑے بیگ میں ڈالے اور ماں کی نصیحتیں سن کر کمرے سے نکلنے لگی تھی کہ فاہا نے اسے آواز لگائی۔ گندمی رنگت اور تیکھے نین نقوش والی وہ لڑکی پیاری تھی۔

"آپی آپ جا رہی ہیں مجھے اکیلا چھوڑ کر۔"

"ہاں جا رہی ہوں لیکن آؤں گی اور دیکھنا جب آؤں گی پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا پھر تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ ٹھیک ہے۔"

اور میری بہن بہت پیاری ہے اور لوگ جو کہتے تھے سب جھوٹ کہتے تھے۔"اسے" کالا کہہ کہہ کر اس میں اعتماد کی کمی رہ گئی تھی اور ہمشا اسے یہ الفاظ بول کر اسے خوش کر دیتی۔ جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا چھوٹی عمر میں ہی اسے کالی رنگت کا بول کر اس کے ذہن میں وہی چیزیں بٹھادی گئی تھیں کہ وہ پیاری نہیں اور اس میں اعتماد بحال ہی نہ ہو سکا۔وہ لوگ ہمشا کو لیے واپس شہر آ گئے۔

ہمشا کہ قسمت نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ شمشاد ممانی کے منصوبے کے تحت اس کے جہیز کی تیاری میں پیسے لگانے کی بجائے اس کی پڑھائی پر لگنا شروع ہو گئے۔ نانا اب زندہ تھے تو پھر کیوں اپنی پوتی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتے وہ اس کے سارے اخراجات خود اٹھاتے۔اتنا پیسہ ہونے کا کیا فائدہ جب دوسروں کے آسرے پر پڑے رہتے۔عارفین صاحب اچھے تھے وہ کبھی بھی احسان نہ جتاتے مگر نانا ابا کو بھی رکھ رکھاؤ آتا تھا اپنے داماد پر اتنا بوجھ نہیں ڈال سکتے تھے۔وقت گزرتا گیا۔سب کچھ اچھا چلتا رہا آیت دسویں جماعت میں تھی اور ہمشا کالج میں پڑھائی کرتی تھی۔دونوں اکھٹی بیٹھ کر پڑھائی کرتیں اور سارا دن کے قصے ایک دوسرے کو سناتیں۔منیبہ بیگم کو بھی ہمشا کے رہنے پر اعتراض نہیں تھا کیونکہ ہمشا انہیں کچھ نہیں کہتی تھی بس ان کے درمیان رچ گئی تھی۔ہمشا کے دماغ سے آہستہ آہستہ ڈر اترنے لگا تھا اس میں

اعتماد بحال ہو رہا تھا۔عارفہ بیگم کبھی فارغ وقت میں انہیں کھانا پکانا بھی سکھاتیں۔اس کے آنے کا یہ فائدہ ہوا تھا کہ عارفہ بیگم کو آیت پر توجہ نہ دینی پڑتی اور جو چیز آیت کو نہ سمجھ آتی وہ ہمشا سے ہی سمجھ لیتی۔سب بچے بھی بڑے ہو گئے تھے۔جو ھر پھوپھو بھی آتی تھیں لیکن ہمشا کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتی تھیں جانتی تھیں آیت سب سے پہلے انہیں پکڑ کر سارے خاندان میں بدنام کرے گی۔جیسے ان دونوں کے سر سے حیا کا ڈوپٹہ نہیں اترا تھا ویسے ہی شمشاد ممانی بھی نہیں سدھری تھیں۔وقت مزید آگے بڑھا دونوں کی کلاس میں اضافہ ہوا۔ہمشا بارھویں کلاس میں بڑھ گئی اور آیت گیارھویں کلاس کی طالب علم بن گئی۔آیت نے جوانی میں قدم رکھنا شروع کر دیا تھا اور ساتھ ہی وہ دن بدن ہر چیز کو باریکی سے جانچنے لگی تھی۔اسے اب رویے زیادہ محسوس ہونے لگے تھے۔کالج میں نئی لڑکیاں ملی تھیں لیکن ابھی تک کوئی اچھی لڑکی نہیں ملی تھی جس کے ساتھ وہ مطمئن ہو سکے کیونکہ وہ جلدی مطمئن کہاں ہوتی تھی۔ہمشا میڈیکل کی پڑھائی کر رہی تھی لیکن آیت کو ایسی چیزوں کا ذرا بھی شوق نہیں تھا اس نے سادہ سبجیکٹ ہی رکھے تھے۔عبدل احد بھی بڑا ہو گیا تھا اور بڑی بڑی آنکھوں اور براؤن ریشم سے بالوں والی عنادل بھی اپنی بہن کی طرح خوبصورت ہوتی جا رہی تھی۔لیکن عنادل کوئی معصوم یا بھولی بھالی لڑکی نہیں تھی۔وہ اپنی بہن سے بھی کئی زیادہ آگے کی تھی۔تیز طرار عنادل عارفین جو کبھی ننھی سی ہوتی تھی اب دوسروں کو جواب بھی

وہ دیتی کہ انسان غصہ کرنے کی بجائے اس کی سوچ پر رشک کیے بنا نہ رہتا۔فاہا بڑی تو ہو رہی تھی لیکن اسے بھی اپنی بہن کی طرح ہی شمشاد ممانی کے طعنے سننے پڑتے۔ باقی سب بھی بڑے ہو گئے تھے۔سفیان کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں صبیحہ خالہ کے بھی دو بچے تھے ایک بیٹی چار سال کی اور بیٹا دو سال کا۔اپنے میاں کے ساتھ بہت خوش تھیں شہر میں ہی ہونے کے باعث عارفہ بیگم سے اکثر ملنے آجایا کرتیں اور دونوں بہنوں کے شوہروں میں بھی کافی میل ملاپ تھا۔ازرین فارغ ہوتی تھی اور اپنی ماں کی طرح ہی ہمشا سے جلتی کڑھتی رہتی۔فہد بڑا تو ہو گیا تھا لیکن اتنا ہی بگڑ گیا تھا۔باپ کے اندھا دھند پیسے پر عیش کرتا پڑھائی بس انٹر تک ہی کی تھی اور اس کے بعد وہ اور اس کی کاریاں اس کی بری صحبت والے

دوست، شہروز بھی اپنے بھائی کو دیکھ کر ہی سیکھ رہا تھا اور بیٹی فدوا وہ بھی ماں کے سامنے دو گز کی زبان چلاتی انٹر کرنے کے بعد وہ بھی سارا دن گھر پر آرام فرماتی اور کھا کھا کر جسم پر چربی چڑھا رہی تھی۔

"ہمشا لڑکیاں مقابلہ کیوں کرتی ہیں بھلے میرے جتنے بھی مارکس آئیں یا میں فیل ہوں یا میں کوئی بھی سبجیکٹ رکھوں کسی کو کیا مسئلہ ہے۔" سونے سے پہلے وہ دونوں گفتگو لازمی کرتی تھیں۔ابھی بھی آیت موبائل ہاتھ میں لیے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی اور

ہمشا اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی لیپ ٹاپ پر کچھ دیکھ رہی تھی۔آیت کی بات پر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"آیت تم ان کی باتوں پر دھیان نہ دیا کرو ان کو تو عادت ہوتی ہے کسی کو آگے بڑھتا دیکھ برداشت نہیں کرتیں۔"

"ہاں ایسا ہی ہے بھئی ان کی قسمت ان کے ساتھ اور میری قسمت میرے ساتھ اگر ان کے والدین کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے تو پھر میں کیا کر سکتی ہوں ان کے والدین نے انہیں اسی سکول میں آگے سٹڈی کے لیے لگایا ہے اور میں اچھے کالج میں آگئی ہوں تو پھر کیا ہوا پتہ نہیں لوگ مقابلہ کیوں کرتے ہیں مجھے سخت نفرت ہے مقابلہ کرنے سے جب کسی کی شکل و صورت میں کسی کا مقابلہ نہیں ہے تو پھر نمبروں ذہانت اور رٹے لگا کر خود کو ذہین قرار دینے میں کونسا مقابلہ ہے۔"ہمشا اسے ہمیشہ کی طرح خاموشی سے سنتی رہی۔

"اور اگر یہی لوگ ذرا سیرت میں مقابلہ کر لیں تو سب کتنے اچھے ہو جائیں اور برائی بھی نہ پھیلے۔"ہمشا اسے داد دیے بنا نہ رہ سکی۔

"تم پریشان نہ ہوا کرو یہ سب بدل جاتا ہے۔جب ہم بڑے ہوں گے سب بدل جائے گا۔"

"ابھی ہم مزید بڑے ہوں گے ؟"آیت نے موبائل سائیڈ پر رکھتے حیرت سے اسے پوچھا۔

"ہاں تو ابھی ہم کہاں بڑے ہوئے ہیں ابھی ہمیں کچھ نہیں معلوم ہم بہت کچھ سیکھیں گے ہمیں زندگی میں کئی لوگ ملیں گے بہت سے لوگ بھی چلے جائیں گے۔ کئی راز بھی عیاں ہوں گے اپنے بھی پرائے لگنے لگیں گے ، کچھ راز سینوں میں اس طرح دفن ہو جائیں گے کہ انسان خود گھل کر مر جائے گا مگر ان رازوں کو عیاں کرنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔"

"لیکن ان سب میں محبت کہاں گئی ؟"آیت نے اس کے چہرے کو دیکھ اس کے تاثرات کا جائزہ لیا۔

"کونسی محبت کس محبت کا پوچھنا چاہتی ہو تم ؟"اس نے الٹا آیت سے ہی پوچھا۔

"مرد اور عورت کے درمیان کی محبت ، ایسی محبت جس میں ایک انسان دل کو اچھا لگنے لگے ، اسے لاکھوں کے بیچ میں اہمیت دے۔"

"اوہ تم اس محبت کو تو رہنے دو ہم عام لڑکیاں ہیں ہماری زندگی بھی عام ہوتی ہے ہماری زندگی کتابی کہانیوں کی طرح نہیں ہوتی ہماری زندگی میں بھی عام مرد ہوتے ہیں۔ ہم جیسی لڑکیوں کی شادیاں کزنز سے ہی رچادی جاتی ہیں وہ کزنز جن کی برائیاں سارے خاندان میں پھیلائی گئی ہوتی ہیں جن کی برائیاں ہی برائیاں ہمیں دکھائی جاتی ہیں یا کوئی ایسا غیر انسان جس

کی اچھی عادت تو کیا بری عادت بھی ہمیں معلوم نہیں ہوتی ہم نکاح نامے پر سائن کرنے سے پہلے یہ بھی نہیں پوچھ سکتیں کہ آیا تم غصہ تو نہیں کرتے، غصے میں گالیاں تو نہیں دیتے، تم عورتوں کی عزت کرتے ہو، تم خراٹے تو نہیں لیتے، تم اپنے گھر والوں کے سامنے میرے لیے کھڑے ہو جاؤ گے، تم محنتی ہو تم بچوں کی تربیت کرنے میں میری مدد کرو گے، تم میرے ماضی کا طعنہ تو مجھے نہیں دو گے، تم سب کے سامنے مجھے ذلیل تو نہیں کرو گے۔ ایسا پوچھنے لگیں تو لڑکا ویسے ہی بھرے مجمعے میں چھوڑ کر چلا جائے گا اور گھر والے ڈھیر ساری گالیاں برسا کر لڑکی کو سارے زمانے میں بدنام کر کے اس کا گھر بس جانے کے دس سال بعد بھی اسی بات کو روتے رہیں گے اور لڑکی سوچتی رہے گی کہ میں نے ایسا پوچھا کیا تھا؟" ہمشا بول کر خاموش ہوئی اور کئی پل آیت اس کی باتوں کے حصار میں ہی رہی۔

تم کیسے اتنی گہری بات کر گئی؟" آیت کو ہوش آیا تو اس سے پوچھا۔"

"جب ذرا بڑی ہو جاؤ گی تو آہستہ آہستہ سب سمجھ آ جائے گا۔"

"لیکن تم بھی اتنی بڑی نہیں ہو سال کا ہی تو فرق ہے۔"

سال کا فرق ضرور ہے مگر زندگی کا فرق بہت زیادہ ہے جب بچپن میں ہی ماں باپ میں" سے کوئی مر جائے پھر یہ باتیں بہت اچھے سے سمجھ آ جاتی ہیں۔" وہ اذیت سے مسکرا کر لیپ ٹاپ بند کرتی لیٹ گئی۔ آیت سمجھ کر سر ہلانے لگی۔ پھر ہمشا کو لیٹا دیکھ خود بھی لیٹ گئی۔

دن بیتنے لگے اسی طرح ایک روز صبیحہ خالہ گھر آئی ہوئی تھیں ان کے ساتھ ان کا دو سالہ بیٹا بھی تھا۔ چھٹی کا دن تھا اور سب گھر پر ہی موجود تھے۔ عارفہ بیگم اور صبیحہ خالہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں ان کے بیٹے کو عنادل اٹھائے لان میں کھلا رہی تھی۔ باقی سب بھی اپنے کاموں میں مگن تھے اور منیبہ بیگم بچوں کو لیے ہفتے والے دن ہی مائیکے چلی گئی تھیں۔ ہمشا کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی اور آیت ڈرائنگ روم میں ہی آ گئی۔ وہ ماں اور خالہ کے پاس بیٹھ گئی۔ اس کی خالہ اس کی ماں کو کوئی بات سنا رہی تھیں۔

"سارا دن بری صحبت میں بیٹھتا ہے، باپ کے پیسوں کو تو گویا فری کا مال سمجھ لیا ہے اور ماں نے ساری عمر اسے ٹوکا نہیں ہے اور خود بگاڑ لیا ہے اور بھابھی سے تعریفیں کروالو جتنی مرضی بلاوجہ کے پل باندھتی ہیں ایک دن زوہیب (خالہ کے شوہر) نے اسے سگریٹ پیتے دیکھا اور یہی نہیں دوستوں کے ساتھ کلب بھی جاتا ہے ابھی سے اس نے اپنی زندگی برباد کرلی ہے۔ بھائی صاحب روکتے نہیں ہیں اور وہ چھوٹا شہروز وہ بھی اسی کے پیچھے اسی کی طرح کرتا پھر رہا ہے۔" عارفہ بیگم کانوں پر ہاتھ لگا کر استغفار کرنے لگیں لیکن شہروز کے نام سے وہ واضح طور پر سمجھ گئی تھی کہ کس کی بات ہو رہی تھی۔

اب دیکھنا تم عارفہ بیٹا بگاڑ لیا ہے اب ان کی نظر خاندان میں سے ہی کسی لڑکی پر ہو گی" کہ کام والی بھی مل جائے گی اور کرتوتوں پر پردہ پڑا رہے گا اول تو بھابھی ہمشا پر بھی نظر رکھ سکتی ہیں لیکن ہمشا کو وہ خاص پسند نہیں کرتیں لیکن تم ذرا احتیاط رکھنا ہیرے جیسی بیٹیاں ہیں تمہاری اماں بھی کہیں تو کبھی مت ماننا جن کی اولاد ہے جنہوں نے بگاڑی ہے وہیں سنبھالے اور جہاں سے مرضی لڑکیاں ڈھونڈ کر لائیں۔تب تو اگر کوئی اسے بری حرکتوں یا شرارتوں سے منع کر دیا کرتا تھا تو تب بھابھی کو بڑی مرچیں لگتی تھیں۔ پچھلے ہفتے میں ان کے گھر گئی تو کہتیں ہاں صبیحہ اگر تمہاری بیٹی بڑی ہوتی تو میں اپنے بیٹے کے لیے اس کا ہاتھ مانگ لیتیں لیکن میں نے تو دل ہی دل میں شکر کیا کہ نہیں ہے اور اگر کبھی رشتے کا ذکر بھی کرتیں تو زوہیب منہ توڑ جواب خود ہی دے لیتے۔زوہیب کو تو میرا ان سے ملنا ایک آنکھ نہیں بھاتا مگر کیا کروں ہیں تو میرے ہی بھائی بھابھی۔"صبیحہ خالہ کی بات آیت کو تھوڑی بہت سمجھ آ گئی تھی۔اسے ڈر لاحق ہوا اس کے دماغ میں کچھ دن پہلے ہمشا کی کہی بات یاد آئی۔

ہم عام لڑکیاں ہیں اور ہماری زندگی میں بھی عام مرد ہوتے ہیں۔ ہم جیسی لڑکیوں کی" شادی کزنز سے ہی رچا دی جاتی ہیں اور وہ کزن جن کی برائیاں سارے خاندان میں پھیلائی گئی ہوتی ہیں اور جن کی برائیاں ہی برائیاں ہمیں دکھائی جاتی ہیں۔"اس کا ذہن پریشانی اور الجھن کا شکار ہو گیا۔وہ گھبراہٹ پر قابو پاتی وہاں سے اٹھ گئی۔اول تو عارفہ بیگم اسے کبھی بھی ایسی

باتیں سننے نہیں دیتی تھیں لیکن آج باتوں میں پتہ ہی نہیں چلا کہ ان کی بیٹی نے سن کر مطلب بھی اخذ کر لیا تھا۔ وہ کمرے میں خاموشی سے جا کر بیٹھ گئی اور کتابیں کھول لیں۔ ہمشا نے اس پر خاصا دھیان نہیں دیا اور پانی لینے باہر چلی گئی۔ وہ گہرے سانس لیتی خود کو پر سکون کرنے لگی۔

"کیا اب میرے لیے ایسا مر درہ گیا تھا اب میری اس سے شادی ہو گی استغفار میں اسے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی میں اس کے سامنے بھی نہ آؤں وہ کتنا برا ہے وہ سگریٹ بھی پیتا ہے کلب میں جا کر نجانے کیا کیا کرتا ہو گا کیا پتہ شراب بھی پیتا ہو۔ کیا پتہ کتنی لڑکیوں کو نام نہاد محبت کے جال میں پھنسا رکھا ہو۔ ہمشا کی کلاس کی لڑکی اس کی بھی شادی ہوئی ہے اس کی شادی بھی غیروں میں ہوئی ہے ہمشا بتاتی ہے اس کا شوہر بھی اچھا ہے اس کے سسرال والے بھی اچھے ہیں تو ہمارے لیے ایسے لوگ کہاں مر جاتے ہیں۔" وہ اذیت سے سوچ کر رہ گئی۔

"آیت تم ابھی چھوٹی ہو تم ابھی سے یہ سب کیوں سوچ رہی ہو یہ سب نہیں ہو گا امی کو بھی وہ لوگ اچھے نہیں لگتے اور بابا وہ تو مانیں گے ہی نہیں اور میں بھی صاف انکار کر دوں گی بلکہ میں اسے پیٹ کر آؤں گی۔" وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ گئی۔

"یہ سب سوچنے کا وقت نہیں ہے ابھی بہت کچھ ہو گا ابھی بہت آگے بڑھنا ہے۔" وہ دل ہی دل میں سوچ کر مسکرا اٹھی۔ خود کو اس بات سے نکالنے کے لیے مسکراہٹ۔

ان دونوں کے بورڈ کے ایگزامز ہونے والے تھے۔پہلے ایگزامز ہمشا کے ہی تھے اور پھر آیت کے۔عارفین صاحب نے دونوں کو اپنے کمرے میں بلوایا۔عارفہ بیگم بھی وہیں موجود تھیں۔عارفین صاحب بیڈ پر بیٹھے تھے اور وہ دونوں سامنے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"ہمشا آیت تم دونوں مجھے ابھی سے بتادو کیا کرنا چاہتی ہو میں نے ویسے پوچھنا تو ہمشا سے تھا کیونکہ آیت کے لیے میں نے خود کچھ سوچ رکھا ہے۔"

کہیں بابا نے شادی نہیں استغفار کیا سوچ رہی ہوں بابا ایسا نہیں سوچتے۔"وہ اپنی ہی" سوچوں کو جھٹکنے لگی تھی۔

پھوپھا جی میں کیا بتاؤں آپ ہی بتادیں مجھے خاص پتہ بھی نہیں ہے۔"ہمشا کنفیوز" ہو گئی۔

بیٹا تم بتاؤ میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔ابا جی تو کہہ رہے ہیں کہ پڑھائی کے فوراً بعد میں" تمہیں بھیج دوں لیکن جب تم پڑھائی کر ہی رہی ہو تو پھر کسی مقام پر بھی پہنچو تمہاری ماں اکیلی ہے کوئی بیٹا ہوتا تو وہ بات الگ تھی۔"ہمشا ان کی بات پر خاموش رہی۔

"میں بتاؤں بابا۔"آیت نے انگلی کھڑی کی۔

نہیں وہ خود بتائے گی اس میں اعتماد ہونا چاہیے اس میں یہ ہنر ہو کہ وہ اپنی بات پر "
دوسروں کو راضی کر سکے۔"سب کی نظر ہمشا پر ہی تھی اور وہ سب کی نظروں سے پزل ہو کر
انگلیاں چٹخانے لگی۔

ہمشا بولو بیٹا ابھی کہہ دوگی تو ٹھیک ہے بعد میں پچھتانے سے ابھی بتانا ضروری ہے اور "
پھر عارفین ابا جی سے بات بھی کر لیں گے۔"عارفہ بیگم کی بات سن کر اس کا دماغ چلنے لگا اور
ہمت جمع کرنے لگی۔

ہاں مجھے بولنا ہوگا۔اگر میں کچھ نہ کر سکی اور ہم دونوں بہنوں کی شادیاں ہو گئیں اور "
"میری ماں ان کے آسرے پر ہی رہے گی۔

میں ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں۔"اس نے خواہش کا اظہار کیا تو عارفین صاحب نے اس کی "
خواہش کا احترام کرتے اسے سراہا۔

بہت اچھا فیصلہ ہے ویسے بھی تمہارے پہلے سال کے بھی مارکس بہت اچھے ہیں اگر تم "
ایم۔ڈی۔کیٹ کا ٹیسٹ اچھے نمبروں سے پاس کر لو تو پھر تمہارا ایڈمیشن بآسانی ہو جائے
"گا۔

بابا میں پراسکیوٹر بنوں گی۔"آیت نے منہ بسورتے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔"

ہاں بیٹا تم وکالت ہی کرو گی میرا بھی یہی خیال ہے۔" عارفین صاحب کے حامی بھرنے پر آیت کی خوشی دیدنی تھی اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی تھی کہ اپنے بابا کو مناتی۔

"عارفین آیت کو وکالت میں۔۔۔"

عارفہ اس میں گھبرانے والی کیا بات ہے آیت وکالت کر سکتی ہے تو اسے پھر اسی پروفیشن کو چننا چاہیے۔" عارفین صاحب نے انہیں مزید سمجھایا تو وہ احتجاج نہ کر سکیں۔

خیر سے ہمشا کے امتحانات ہو گئے اور وہ پریکٹیکلز کی تیاری کرنے لگی۔اس کے ختم ہوتے ہی آیت کے امتحانات ہونے لگے۔اس کے امتحانات ختم ہوئے ہی تھے کہ اگلے دن ایک نئی خبر سب کو سننے کو ملی اور وہ خبر یہ تھی کہ نانا ابا کا انتقال ہو گیا۔سب کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایسا کچھ بھی ہو گا۔سب لوگ گاؤں پہنچے۔نانا ابا کی دونوں بیٹیاں یتیم ہو گئی تھیں۔اور باقی سب کو یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ اچانک انہیں کیا ہو گیا۔لیکن شاید بڑھاپہ انہیں لے گیا۔سب بچے جوان ہو گئے تھے۔کوئی بھی پہلے جیسے نہیں ملا تھا۔نہ ہی آیت وہی آیت رہی تھی اور نہ ہی ننھیال میں کوئی فرد پہلے جیسا رہا تھا۔سب کی نظریں ان دو جوان لڑکیوں پر تھیں جو خوبصورت ہو گئی تھیں لیکن ان دونوں کو تو نانا ابا کی موت کا ہی دکھ کھائے جا رہا تھا۔ایک کا نانا چلا گیا اور دوسری کا دادا جس کے سر پر باپ کا سایہ بھی نہ تھا۔وہ سفیان سے

بھی نہ ملی اور سفیان کے لیے وہ پہلے والی آیت نہیں رہی تھی اور صائم کو بھی امر ود اتار کر دینے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ اب سلجھا ہوا لگتا تھا۔

دوپہر میں ہی جنازہ کروا دیا گیا تھا۔ گاؤں کے لوگ چلے گئے تھے اب سب مہمان اور گھر کے افراد ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ عارفہ اور رافیعہ اپنی بیٹیوں کو اپنے ساتھ لگائے نڈھال سی بیٹھی ہوئی تھیں۔ آنسو کسی کے بھی نہیں تھم رہے تھے۔ نانی امی بھی غم سے کمرے میں لیٹ گئی تھیں۔ اب کسی کو بھی نانا ابا نظر نہیں آنے تھے۔ وہ آیت سے جتنا پیار کرتے تھے آیت ہی جانتی تھی لیکن وہ سب محبتیں صرف یادیں بن کر رہ گئی تھیں۔ شمشاد ممانی کچن سے آئیں اور ہمشا پر نظر پڑتے ہی دل کی بھڑاس نکالنے لگیں۔ موقع ملا تھا سارے مہمانوں کے سامنے ذلیل کرنے کا شروع ہو گئیں۔ مرد سارے باہر تھے۔

اس کلموہی نے ابا کی جان لے لی اسی کی نظر کھا گئی۔ اپنی مرضی کرتی پڑھنے دفع ہو گئی" اور ابا جی اس کی فکر میں پل پل مرتے رہے جسے وہاں عیاشیوں سے فرصت نہیں تھی۔ بتا کیا بگاڑا تھا ابا نے تیرا اور ہم نے کیا بگاڑا میرے بچوں کے سر سے سایہ چھین لیا۔" بھرے مجمعے میں اس نازک جان کی اتنی ذلت اتنی بے عزتی۔

ایسی بے غیرت اولاد سے بہتر ہے مر جانا چاہیے میرے بس میں ہوتا تو گلا گھونٹ" دیتی۔" وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے شمشاد ممانی کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ارد گرد

نظریں دوڑائیں سب اسے ہی دیکھ رہے تھے ایک طرف عبدل نجم بھی کبھی اپنی ماں کو دیکھتا کبھی ہمشا کو۔آیت آج خاموشی سے سن رہی تھی شاید سب دیکھ رہے تھے کہ وہ کتنی کڑوی ہیں کتنا زہر اُگل سکتی ہیں۔صبیحہ خالہ دروازے کی چوکھٹ پر کھڑیں کبھی باہر دیکھتیں اور کبھی پلٹ کر اپنی ماں کو دیکھتیں جو بظاہر سو رہی تھیں۔لیکن اسی بیچ ایک انسان کا ضبط تب ٹوٹا جب شمشاد ممانی ہمشا کی طرف لپکیں۔اور وہ تھیں رافیعہ ممانی انہوں نے پہلی بار شمشاد ممانی کا ہاتھ جھٹکا تھا اور ان کی طرف آنکھیں نکالیں۔وہ آج اپنی بیٹیوں کے لیے باپ بن گئی تھیں۔ان کے لیے سالوں کی نرمی اور صبر کو دور چھوڑ دیا تھا۔

"پیچھے رہیں میری بیٹی سے باپ مرا ہے ان کا ماں ابھی زندہ ہے اور کس سائے کی بات کر رہی ہیں آپ؟آپ کا تو شوہر بھی سر پر سلامت ہے بچوں کا باپ بھی ہے آپ کے بچے یتیم نہیں ہوئے یا آپ بیوہ نہیں ہوئیں آج اس گھر کی دو بیٹیاں یتیم ہوئی ہیں اور مارا کس نے ہے انہیں آپ اور آپ کے شوہر نے۔دولت کے بٹوارے کی رٹ لگا لگا کر انہیں قبر میں پہنچا دیا ابھی بھی سکون نہیں ہے اور کیا چاہتی ہیں آپ؟کچھ بولتی نہیں ہوں تو گونگا ہی سمجھ لیا۔سب نظر آتا ہے مجھے اور خبردار جو آئندہ میری بیٹیوں کے بارے میں کچھ کہا میرے منہ میں بھی زبان ہے اور میں بھی انسان ہوں اور بیٹی آپ کی بھی ہے۔"رافیعہ ممانی دھاڑیں۔سب سہم گئے۔شمشاد ممانی گویا بولنا ہی بھول گئی تھیں۔کئی مرد اندر آئے تھے اور

ان کے الفاظ سنائی دیے تھے۔ عارفہ بیگم اور آیت بہت خوش تھیں۔ انہوں نے پہلی بار اپنی بیٹیوں کے لیے ہمت کی تھی۔ ہمشا نے ماں کے چہرے کو دیکھا جہاں ابھی بھی غصہ تھا۔

"رافیعہ مجھے تم سے اس بات کی امید نہیں تھی تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو میری بیوی سے تمہاری بیٹیاں ہماری بھی بیٹیاں ہیں اور ابا کے جاتے ہی تم نے یہ سب کہنا شروع کر دیا۔" نزاکت ماموں بیچ میں بول پڑے۔

"بھائی صاحب آپ تو نہ ہی بولیں اور بیٹیاں ایسی بات آپ کرتے اچھے نہیں لگتے۔ یہ صرف میری بیٹیاں ہیں اور جمال کے بعد ان کا کوئی باپ نہیں بن سکتا اور مجھے بہت پہلے ہی اس لہجے میں بات کرنی چاہیے تھی۔" رافیعہ ممانی کا لہجہ سخت تھا مگر آواز میں ذرا نرمی تھی۔ نانی امی خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہی تھیں۔ ان کو ایک ہی پریشانی لاحق ہو گئی کہ اب وہ انہیں کیسے سنبھالیں گی اور یکدم ان کے دل میں تکلیف اٹھنے لگی۔ ابھی ان کا ہاتھ بھی سینے تک نہیں پہنچا تھا کہ وہ دم سادھ گئیں۔ اور جہانِ فانی سے ہمیشہ ہمشیہ کے لیے کوچ کر گئیں۔ نزاکت صاحب اس سے پہلے مزید کچھ بولتے۔ صبیحہ خالہ کی چیخ پر سب اندر کی طرف لپکے۔ ان کے گھر قیامت برپا ہو گئی تھی۔ نانا ابا کو دفنائے ابھی چند گھنٹے ہی ہوئے تھے کہ نانی امی بھی چلی گئیں۔ اس سے بڑی قیامت کن بیٹیوں کے لیے ہو سکتی تھی جو اپنے والدین کا چہرہ دیکھ کر بڑی ہوئی تھیں اور وہ دونوں ہی ایک ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئے

تھے۔وہ ماں باپ جن کو ہم نظروں سے دور نہیں کر سکتے ان کا دنیا سے چلے جانے کا اعلان انتہائی دردناک ہوتا ہے۔آج عارفہ بیگم دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں اور عورتوں کے بیچ آیت ان کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔اصل دنیا تو اب سب کی اجڑ گئ تھی۔

نانا نانی کے جانے کے ساتویں دن بعد سب اپنے اپنے گھروں میں آ گئے۔ہمشا بھی ان کے ساتھ ہی آ گئ کیونکہ پریکٹیکل تھا۔ایک طرف صدمہ،دوسری طرف ماں اور بہن کی پرواہ،اور تیسری طرف پریکٹیکل اور ٹیسٹ۔وہ ان سب کے بیچ پھنس گئ تھی۔دوسرے پریکٹیکل کے بعد اسے ایک نئ خبر سننے کو ملی تھی اور وہ یہ تھی کہ نزاکت ماموں نے عبدل نجم کے لیے ہمشا کا رشتہ مانگا ہے۔ایک نیا مسئلہ درپیش ہو گیا تھا۔دوسرے پریکٹیکل کے بعد وہ گھر سے ہو آئی اور رافیعہ ممانی نے بھی اسے رشتے پر سوچنے کو کہا۔اس بار شمشاد ممانی کا انداز بدلہ بدلہ سا تھا۔ایک تو اب وہ رافیعہ ممانی کو کچھ کہہ نہی سکتی تھی ان کی زبان کٹ گئ تھی اور دوسرا عبدل نجم کی ہمشا سے شادی۔انہوں نے جلدی شادی کی بات اس لیے کی تھی کہ ابھی دو ماہ بعد سفیان کی شادی کے ساتھ عبدل نجم کی بھی شادی کرنا چاہتی ہیں لیکن اس کے پیچھے ان کا مفاد تھا ایک تو عبدل نجم جو کہ شادی کروانا نہیں چاہتا تھا اور ہمشا کے نام پر راضی

ہو گیا تھا اور دوسرا وہ اس سے کام بھی لے سکتی تھیں اور اپنے ہاتھ کے نیچے رکھ کر اسے پڑھائی سے بھی روک لیتیں اور انہیں معلوم تھا کہ ان کا یہ وار خالی نہیں جائے گا۔

میرا خیال ہے سکول والی دوستیں بہت عجیب ہوتی ہیں۔"آیت ابھی کسی دوست سے " فون پر بات کر کے ہٹی ہی تھی اور فون سائیڈ پر کرتی لیپ ٹاپ پر مصروف ہمشا کی طرف متوجہ ہوئی۔

کیوں تمہیں کیوں لگتا ہے؟"ہمشا نے مصروف انداز میں پوچھا۔"

کیونکہ ہم لوگ بدل جاتے ہیں لیکن یہ نہیں بدلتیں یہ وہیں کی وہیں اٹکی رہتی " ہیں، تمہاری خالہ کی شادی ہو گئی، تمہارے بھائی سفیان نے بوڑھے ہو کر شادی کروانی ہے،اور تم کب شادی کروا رہی ہو منگنی کروالو۔"آیت ٹیڑھے میڑھے منہ بنا کر بولی تو ہمشا ہنس پڑی اس نے لیپ ٹاپ ایک طرف کیا اور ٹھوڑی تلے مکیاں سجا کر آیت کی طرف دیکھنے لگی۔

تم ہنسو نہیں سنجیدگی سے میری بات کو سنو کیا ان کے لیے شادی ہی سب کچھ ہوتی ہے " بھئی باقی بھی تو سکول والی دوستیں کتنی اچھی ہوتی ہیں لیکن میرے نزدیک کچھ زیادہ ہی ایسی ہیں۔"آیت کچھ پل کے لیے خاموش ہوئی اور پھر بولی۔

"شاید وہ یہ بات نہیں سمجھتیں کہ ہم لوگ بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ ہم اب ان کے لیول پر آکر ان کی طرح کی باتیں نہیں کر سکتیں۔ اسی بیچ سب سے ضروری بات تعلیم بہت زیادہ ضروری ہے اعلیٰ تعلیم سے انسان کی شخصیت میں بہت اچھا بدلاؤ آتا ہے۔ انسان کو اس بات کا علم ہو جاتا ہے کس سے کیا بات کرنی چاہیے اور کس سے کس موقع پر کس طرح بات کی جائے۔"

"اچھا جی محترمہ اب آپ یہی بات اس بیچاری کو بھی سکھا دیتیں۔"

"دیکھو تم ایسا نہ کہو میں نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔"

"اچھا پھر تمہیں کالج میں اچھی دوستیں مل گئیں۔"

"ہاں لیکن میں پھر بھی مطمئن نہیں ہوں۔ شاید آگے جا کر اور اچھی دوست مل جائے۔" آیت نے کندھے اچکائے۔

"کیوں اب ان سے کیا مسئلہ ہے؟"

"مجھے لگتا ہے وہ میری بات کو زیادہ توجہ سے نہیں سنتیں اور زیادہ اہمیت بھی نہیں دیتیں۔ اگر میں خاموش ہو جاؤں تو کہتی ہیں بولتی کیوں نہیں بھئی اس میں تو نخرہ ہی بہت ہے اور جب بول پڑوں تو بیچ میں اپنی ہی بات شروع کر دیتی ہیں۔"

"ایسا ہی ہے اس بھری دنیا میں تمہیں کوئی بھی نہیں ملے گا جسے اپنی بات سنا سکو ہر کوئی اپنی ہی بات کہنے کی دھن میں ہوتا ہے یہ سوچ بغیر کہ آیا سامنے والا اس کی بات سننے میں دلچسپی رکھتا بھی ہے یا نہیں۔ لیکن یہاں کوئی بھی کسی کو سننے کو تیار نہیں سب بس اپنی سنا کر آگے گزر جانا چاہتے ہیں۔"

"تو کیا مجھے کوئی بھی انسان نہیں ملے گا جسے میں اپنے دل کی باتیں کہوں۔" آیت کے لہجے میں اداسی تھی۔

"ارے پگلی انسان کی کیا ضرورت کے رب ہے نا وہ سب کی سنتا ہے اسے کسی بھی وقت سناؤ اپنے بندے کی بات سننے کو تیار رہتا ہے اور رب کو سنانے سے انسان کے غم کم ہو جاتے ہیں انسانوں کو سنانے سے مزید بڑھتے ہیں۔"

"لیکن اللہ کو سب پتہ ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر انسانوں کو بھی کیا سنانا جو نہ مشکل کا توڑ کر سکیں اور ہم اپنا درد بیان کرنے کے بعد اسی گلٹ میں رہیں کہ کیا ہمیں اس سے یہ بات کہہ دینی چاہیے تھی کیا وہ ہمارا راز رکھے گا۔ اگر میری اس سے تلخ کلامی ہو گئی کہیں وہ سب کے سامنے میرا راز نہ کھول دے۔ اسی لیے ایسے وسوسوں سے بچنے سے پہلے ہی ہمیں اپنی سوچ بدل لینی چاہیے اور زبان کو قابو میں رکھ لینا چاہیے بھلے کوئی بات جتنی بھی کسی سے کہنے کو دل کر رہا ہو۔ کیونکہ ایک

بار زبان سے نکالی گئی بات ختم نہیں ہو جاتی۔اسی لیے اپنے رب سے رابطہ رکھیں اسی کے ساتھ باتیں شئیر کرنے کی عادت ڈال لیں۔" وہ ہمیشہ آیت کو اپنی باتوں کے حصار میں ڈال لیتی تھی۔اور وہ کئی پل خاموشی سے بیٹھی رہتی۔

اچھا میں نے تم سے ایک بات کرنی تھی۔"ہمشا کو اچانک یاد آیا اور آیت کو دیکھا۔"

ہاں !"اس نے نظریں بیڈ ہر ہی ٹکار کھی تھیں۔"

"تمہیں پتہ ہے عبدل نجم کا رشتہ آیا ہے تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے؟"

کیا؟ مطلب کیا رائے ہے میں تو کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتی۔"آیت نے صاف ہاتھ" کھڑے کیے تھے۔

میں ویسے ہی تم سے پوچھ رہی ہوں۔"ہمشا اس کی رائے لینا چاہتی تھی۔کیونکہ اسے" معلوم تھا کہ وہ رشتوں کو اچھے سے پہچان کر جو بھی جواب دے گی اس پر ہمشا مطمئن رہے گی۔

دیکھو ہمشا مجھے نہیں پتہ تمہیں عبدل بھائی اچھے لگتے ہیں یا نہیں تم اچھی لگتی ہو لیکن" ان کے اچھے لگنے سے یا تمہاری پسند سے کیا ہوتا ہے۔"ہمشا نے اسے گھوری سے نوازا۔

"مجھے کوئی پسند نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن تم میری بات غور سے سنو یہ لوگ تمہاری کامیابی میں کسی شیطان سے کم نہیں ان لوگوں کو پتہ ہے اب تم مزید پڑھائی نہ سٹارٹ کردو کہیں تم کچھ بن نہ جاؤ تبھی انہوں نے یہ مسئلہ کھڑا کرر کھا ہے۔ ساری عمر تم نے تمہاری بہن اور ممانی نے طعنے سنے ہیں۔ کبھی شمشاد ممانی سے کبھی شمسہ ممانی سے تم خوبصورت ہو اس بات کا الگ غم انہیں ہے اب ایک ٹیسٹ رہتا ہے اسے پاس کر لوگی تو پھر کبھی پچھتاوا نہیں ہو گا تم رشتے سے انکار کردو انکار کا مطلب ہے انکار، ٹیسٹ تمہارے لیے آخری موقع ہے اب یہ سب تمہارے ہاتھ میں ہے تم انکار کر کے ڈاکٹر بنو یا ہاں کہہ کر اپنا خواب چھوڑ کر ساری عمر ساس کے طعنے سنو تم نے مجھ سے رائے پوچھی تھی میں نے دے دی اب آگے فیصلہ تمہارا۔" آیت کہہ کر کمرے سے چلی گئی۔ ہمشا کافی دیر مجسمہ بنی بیٹھی رہی۔ آیت کی باتیں صرف دماغ میں گردش کررہی تھیں۔ اسے فیصلہ کرنا تھا جو کہ سب سے مشکل ترین فیصلہ تھا۔

ہمشا پریکٹیکل کے بعد گھر چلی گئی تھی۔ چار دن بعد اس کا ٹیسٹ تھا۔ اور دوسری طرف شمسہ ممانی نے بھی آیت کے رشتے کی بات کردی تھی۔ عارفہ بیگم ابھی عارفین صاحب سے بات کر رہی تھیں کہ آیت بھی ان کی بات سنتیں کمرے میں داخل ہوئی۔

امی انہوں نے کہہ دیا آپ بابا سے بھی پوچھنے لگیں۔امی آپ کو اس کی برائیاں نظر" نہیں آتی شمسہ ممانی کے طعنے بھول گئیں۔ویسے بھی میں تو جھوٹی ہوں اور ان کا بیٹا سچا وہ پھر رشتہ کیوں مانگ رہی ہیں۔"

"بیٹا وہ سب پرانی باتیں ہیں اب وہ بدل گئی ہیں۔"

ٹھیک ہے بدل گئی ہیں تو بدلی رہیں اور اپنے بیٹے کا جہاں مرضی رشتہ کرتی پھریں ہم" سے کوئی امید نہ رکھیں۔"

آیت یہ کس طرح بات کر رہی ہو اور تم بیچ میں مت بولو تم چھوٹی ہو اور ہم تمہارے" ماں باپ ہیں ہم تمہارا اچھا اور برا سمجھتے ہیں۔"

رشتہ کرتے وقت چھوٹی کیوں نہیں لگ رہی۔امی جو مرضی کہیں لیکن مجھے کوئی بھی" پسند نہیں ہے۔"

"بیٹا سمجھنے کی کوشش کرو اچھے رشتے بار بار نہیں آتے تم بیوقوف مت بنو۔"

امی کونسا اچھا رستہ وہ نشئی اب اسی کا رشتہ میرے لیے اچھا رہ گیا میں تو گری پڑی ہوں" میری تو شادی نہیں ہو گی۔نہ ہو شادی نہ ہی مجھے کوئی اچھا رشتہ چاہیے اور اس جانور میں آپ کو کیا اچھا لگا ایک نمبر کا بد تمیز آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے والا لڑکا ہے میں اسے دیکھوں بھی نہ اور

آپ۔"اس نے تاسف سے اپنی ماں کو دیکھا۔ساری عمر اسے تمیز سکھاتی اس کی ماں آج اسے ایسے شخص کے پلے باندھ دینا چاہتی تھیں جو بری عادات کا مالک تھا۔

اور ویسے بھی بیٹیوں کا سٹینڈرڈ گرا کر اسے ہر ایرے غیرے کے پلے نہیں باندھ دینا" چاہیے

بیٹیوں کے بھی سٹینڈرڈز ہوتے ہیں ان کے بھی خواب ہوتے ہیں انہیں اپنے باپ جیسا مرد چاہیے ہوتا ہے جو ان کی عزت کرے، جو ان کا خیال رکھے۔ہمشا تو یتیم تھی اس کا باپ نہیں تھا اس کے ایسے رشتے کی امید کی جا سکتی تھی مگر میرا تو باپ بھی ہے پھر بھی۔"اس کی آنکھوں میں درد تھا۔جو دونوں نے محسوس کیا تھا وہ کمرے سے نکل گئی۔اور دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔عارفین صاحب نے تو ابھی عارفہ بیگم کو جواب دینا تھا لیکن آیت پہلے ہی قصہ ختم کر گئی تھی۔

رافیعہ ممانی نے بھی ہمشا پر رشتے کے لحاظ سے خاصا زور ڈال رکھا تھا۔وہ اعتراض کرتی تو رافیعہ ممانی ایموشنل ہو کر اسے بھی ایموشنل کر دیتیں۔

آج آخری دن تھا اور کل اس کا ٹیسٹ تھا۔وہ صبح سے ہی سوچ میں گری ہوئی تھی کہ کیا کرے۔اس نے شہر میں بھی آیت یا عارفین صاحب سے کوئی بات نہیں کی تھی۔سہ پہر

ہو گئی تھی اور چھت پر مسلسل ٹہلنے کے ساتھ وہ سوچوں میں گم تھی۔ تبھی اسے اپنے پیچھے سے کسی کے قدموں کی آواز آئی اس نے پلٹ کر دیکھا تو سامنے ہی عبدل نجم کھڑا تھا۔اس کا رخ ہمشا کی طرف ہی تھا اور وہ شاید اسی سے بات کرنے آیا تھا۔ہمشا کا دل دھڑک اٹھا۔اس نے عارفین صاحب اور نانا ابا کے سوا کبھی بھی کسی مرد سے بات نہیں کی تھی اور اس گھر کے تو مردوں سے واقع ہی۔

عبدل نجم کے قدم اس سے کچھ فاصلے پر رکے۔

میں تم سے بات کرنے آیا ہوں۔"ہمشا کو لگا جیسے اس نے پہلی بار اس کی آواز سنی" ہو۔بھاری مردانہ آواز میں گہری سنجیدگی تھی۔

جی کہیں ؟"ہمشا نے ہمت کرتے اس کے چہرے کو دیکھا۔اسے ہمت کرتے ہی بات" کرنی تھی۔

تم نے شادی کے لیے ہاں نہیں کی ابھی تک ؟"عبدل نجم نے پوچھ ہی لیا تھا۔"

کیوں جواب دینے کی کوئی خاص وجہ ؟"ہمشا نے سینے پر بازو باندھے۔اسے ایسا مرد" نہیں چاہیے تھا جو اپنی مرضی سے اپنا منہ کھولے،موڈ ہو تو بات کرے نہیں موڈ تو دوسرے انسان کو اہمیت ہی نہ دے۔اسے زبردستی کسی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا تھا اور نہ ہی کسی کی زندگی میں غیر اہم حصے کے طور پر شامل ہونا تھا۔وہ ہمشا جمال تھی اگر خاموش رہتی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھی تو احساسات سے عاری نہیں تھی، اگر اس کی ماں نے اسے اپنے لیے سٹینڈ لینا نہیں سکھایا تھا تو کیا اسے واقع ہی جواب دینا نہیں آتا تھا۔اس کے پاس آج موقع تھا وہ جواب دے سکتی تھی۔

مجھے ان وجوہات کا نہیں پتہ اور نہ ہی کوئی ایسی باتوں میں دلچسپی ہے مجھے بس اتنا پتہ ہے" کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں تم مجھے اچھی لگتی اور اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔"ہمشا اتنی چالاک نہیں تھی کہ جھٹ اسے جواب دے دیتی۔اس کی زندگی میں بھی پہلی بار کسی نے اس سے اقرار کیا تھا اس کا کبھی بھی ایسے واقعات سے پالا نہیں پڑا تھا۔

پسند ہاہاہا پسند ایسی بھی ہوتی ہے مجھے نہیں علم تھا۔"وہ ہنس پڑی۔عبدل نجم کو لگا وہ اس" کا مذاق اڑا رہی ہے لیکن اس کی آنکھوں میں تکلیف تھی اور اذیت سے ہنس رہی تھی۔

"میں نے ایسا کچھ الگ نہیں کہا کہ تم میرا مذاق بناؤ۔"

مذاق نہیں بنا رہی میں تمہارا خود پر بھی ہنس رہی ہوں، حیران بھی ہوں اگر تم اس گھر" "میں پیدا نہ ہوئے ہوتے تو میں تمہاری پسند کی قدر کرتی مگر افسوس۔

"تم مجھے سیدھی طرح جواب دو یہ باتیں مجھے سمجھ نہیں آتیں۔"

ہاں یہی تو افسوس ہے تم مردوں کو عورت کی کبھی سمجھ نہیں آتی۔عورت عزت" چاہتی ہے اسے پیسہ نہیں چاہیے اسے پیار چاہیے۔تمہاری ماں نے جو میری تذلیل کی ہے وہ

میں بھولی نہیں ہوں بھرے مجمعے میں مجھے بے عزت کیا اور تم وہیں سامنے کھڑے تھے، جسے پسند کرتے ہیں اس کے لیے کھڑے بھی ہوتے ہیں تم اس دن ایک طرف کھڑے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے وہاں کچھ ہو ہی نہیں اور میں تم سے شادی کروں۔" وہ مسکرائی تھی۔

تو میں کیا کرتا میں وہاں بولتا اچھا لگتا۔" وہ اسے تم بول رہی تھی اسے عزت دینے کو" ہمشا کا دل نہیں چاہا تھا۔

اور میں ذلیل ہوتی تو بہت اچھی لگ رہی تھی ہے نا تم نے دیکھا بلکہ سب نے دیکھا۔ اور" بڑے مجمعے نے تماشائی نظروں سے دیکھا تھا۔ سب نے دیکھا تھا جیسے جمال کے مرنے کے بعد رافیعہ شمشاد کے ہاتھوں ذلیل ہوتی تھی اور اب ہمشا جمال بھی ذلیل ہو رہی تھی گناہ کیا تھا باپ جو مر گیا تھا۔" وہ سخت الفاظ بڑی تلخی سے ادا کر رہی تھی۔

"تو کیا تم راضی نہیں ہو؟ اور میری محبت؟"

راضی ہونے کی کوئی وجہ؟" میرا خوشیوں پر حق نہیں ہے؟ میں آپ کی محبت کو کیا" دیکھوں میں اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔ خود کے لیے جینا گناہ تو نہیں ہوتا۔ آپ کیا چاہتے ہیں ساری عمر ایسے ہی بیٹھی رہوں۔ ساری عمر ماں بس صبر کرنا ہی سکھاتی رہی کہ کچھ نہیں ہوتا جو کچھ انہوں نے خود سہا ہوتا ہے وہی ہمیں تلقین کرتی ہیں۔ ہمیں دوسروں کو جواب دے دینا چاہیے تاکہ انہیں بھی علم ہو وہ اپنی زبان سے کس طرح دوسروں کے دل دکھاتے ہیں۔ میں

محبت کو کیا کروں اب میرے پاس وقت ہے مجھے کچھ کرنا ہے میں ساری عمر تائی کے طعنے سن کر ہی نہیں گزار سکتی۔اور میں شادی کر کے پھر وہی موقع انہیں دوں کہ وہ میری تذلیل کریں اور پھر میں اپنی زندگی کی خوشیوں کے لیے ان کے مرنے کا انتظار کروں۔میں نے زندگی میں بہت کچھ سہہ لیا اب نام نہاد محبت کے لیے ساری زندگی ضائع نہیں کر سکتی۔"وہ جواب دے کر وہاں سے چلی گئی۔عبدل نجم کو اس کا جواب مل چکا تھا۔جتنا وہ سنا کر چلی گئی تھی وہ دوبارہ اس سے شادی کی خواہش نہیں کر سکتا تھا۔فیصلہ خود بخود ہو گیا تھا۔وہ اپنی ماں کی کوئی بھی بات سنے بغیر وہاں سے شہر چلی آئی تھی۔اس کا ٹیسٹ ہو گیا تھا اور کچھ دن بعد رزلٹ آگیا تھا اور اس کا گورنمنٹ کالج میں ایڈمیشن ہو گیا تھا۔دو ماہ بعد سفیان اور عبدل نجم کی شادی تھی۔عبدل نجم کا رشتہ طالب ماموں کی بیٹی فدوا سے کر دیا گیا تھا اور ازرین کا رشتہ فہد سے اور تینوں کی شادیاں اکھٹی ہی گاؤں میں تھیں۔شادی پر ہمشا تو نہ گئی کیونکہ وہ ہوسٹل میں تھی اور ویکنڈ پر آتی تھی۔وہ اب گاؤں جلدی جانا بھی نہیں چاہتی تھی۔

آیت شادی پر گئی لیکن سب بدل گیا تھا۔سب لوگ بھی بدل گئے تھے۔کوئی اپنا نہیں لگ رہا تھا سب اجنبیوں کی طرح ظاہر کر رہے تھے۔آیت کو محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا کہ اس نے یہاں اپنا بچپن گزارا ہے وہ یہاں آیا کرتی تھی،گھر میں بڑوں کی وجہ سے ہی رونق ہوتی

تھی اور وہ دونوں ہی ایک ساتھ چل بسے تھے، سب رسماً مسکرا رہے تھے، شادی کا انتظام سادگی سے کیا گیا تھا۔ سفیان کا رشتہ غیروں میں کیا گیا تھا۔ سفیان کو بھی اب کہاں یاد تھا کہ کوئی چھوٹی سی آیت بھی ہوا کرتی تھی اور آیت بھی ان سب کے رویے اچھے سے جانچ رہی تھی۔ عبدل نجم کے چہرے سے صاف واضح تھا کہ وہ زیادہ خوش نہیں تھا لیکن وقت سب کچھ ٹھیک کر دیتا ہے۔ وقت بچپن کے بیتے ہوئے خوبصورت لمحات تو واپس نہیں لاتا لیکن سب اپنی اپنی زندگی میں مصروف ہو کر دوسروں پر زیادہ دھیان نہیں دیتے۔ شادی گزر گئی تھی۔ اس کے بعد وقت بیتتا گیا۔ آیت بھی لاء کی سٹڈی حاصل کرنے لگ گئی تھی۔

آیت کے دو سال گزر گئے تھے اور ہمشا کے تین سال۔ دونوں لگن سے پڑھائی کر رہی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آیت روزانہ گھر سے ہی یونیورسٹی جاتی تھی۔ تقریباً دو ہفتے ہو گئے تھے کہ آیت کو محسوس ہو رہا تھا کہ عبدل احد اس سے ٹھیک طریقے سے بات نہیں کر رہا تھا۔ ہر وقت فون میں گھسا رہتا اور جب وہ بات کرنے کی کوشش بھی کرتی تو وہ آگے سے تلخ انداز میں بات کرتا۔ وہ ایسا تو نہیں کرتا تھا وہ بہت خوش مزاج تھا اور آیت کی عزت بھی بہت کرتا تھا اور اس سے اونچی آواز میں کبھی بات بھی نہیں کی تھی اب نا جانے کیا ہو گیا تھا کہ وہ ایسے کرنے لگا

تھا۔اس نے عارفہ بیگم سے بھی بات کی مگر عبدل احدان سے بھی ٹھیک طریقے سے بات نہ کرتا۔گھر میں سب تو ٹھیک تھے لیکن ان ماں بیٹی کے دل میں یہ بات کھٹک رہی تھی۔جیسے ہی بچے بڑے ہو گئے تھے دونوں بھائیوں کے گھر کھانا الگ پکتا تھا۔منیبہ بیگم اور ان کے بچے سارا دن اوپر ہی رہتے اور وہ لوگ نیچے۔ایک رات سب ڈنر کر رہے تھے ان سب میں عارفین صاحب،عارفہ بیگم،عنادل اور آیت ہی شامل تھے۔عبدل احدان کے ساتھ کھانا بھی بہت کم کھانے لگا تھا۔آیت نے اسے پہلے بلایا تھا مگر وہ نہیں آیا لیکن پھر اچانک عارفین صاحب نے اسے اٹھایا اور وہ ڈائننگ روم سے باہر آگئی اور اس کے کمرے کی طرف بڑھی۔اس نے دروازہ کھٹکھٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا اور عبدل احد کی آواز سنائی دے رہی تھی۔مجبوراً اس نے ذرا جھانک کر دیکھا تو وہ سامنے لیپ ٹاپ پر کسی سے ویڈیو کال پر بات کر رہا تھا اور خود یونیورسٹی اسائمنٹ بنا رہا تھا۔وہاں کوئی لڑکی ہی تھی جس کی آواز آیت کو سنائی دی تھی اس کے الفاظ سن کر الگ اسے شاک لگا تھا۔

"ہم کب کریں گے شادی تم یہی کہتے رہتے ہو کہ تمہاری بہن کی شادی ہو گی تو پھر ہی شادی ہو گی یا اس کی شادی کے ساتھ تم اپنے گھر والوں سے کہو کہ اس کی شادی کر دیں تاکہ ہمارا راستہ خالی ہو تمہاری بہن ہمارے بیچ دیوار بن کر رہ گئی ہے ہم کب ملیں گے۔ہم کب ایک ہوں گے۔مجھ سے مزید انتظار نہیں ہو رہا میرے بابا میرے لیے رشتے تلاش کر رہے

ہیں اور کئی رشتے آئے بھی ہیں اگر تم نے جلد رشتہ نہ بھجوایا تو میں کسی اور رشتے کے لیے ہاں بول دوں گی پھر تم تڑپتے رہنا۔" آیت کے سر پر گویا آسمان آن گرا ہو۔اس لڑکی نے اتنا کچھ کہہ دیا اور اس کا بھائی اپنی بہن کے لیے کچھ نہیں بولا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے وہ ابھی پڑھ رہی ہے اور خبر دار جو تم نے کہیں اور نظر بھی کی۔"

ہاہاہا تم بھی نا ویسے اس کی شادی کر دیں سکون ہو گا اگر پڑھائی کرنی ہے تو سسرال میں جا کر کرے۔میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا مجھ سے یہ نندوں کا جھنجھٹ برداشت نہیں ہوتا۔" آیت کا دل کیا وہ اس لڑکی کا گلا دبا دے لیکن اسے بھی کیسے قصوروار ٹھہراتی جب اپنا ہی بھائی کھوٹہ تھا۔وہ لڑکی جو ابھی سے ایسی باتیں کر رہی تھی اس کے بھائی نے جسے ابھی سے حق دے دیا تھا وہ بعد میں کیا کرتی۔پھر تو اس کے ماں باپ بھی اس ایک بھائی کے رحم و کرم پر رہتے۔وہ دروازہ ناک کرتی اندر داخل ہوئی اور ساتھ ہی عبدل احد ہڑبڑا کر سیدھا ہوا اور لیپ ٹاپ کالڈ گرا دیا۔

تم یہاں کیسے کیا تمہیں تمیز نہیں کہ کسی کے کمرے میں یوں ہی منہ اٹھا کر نہیں" آجاتے۔" اسے ڈر تھا کہیں وہ پکڑا نہ جائے۔

مجھے تو بہت تمیز ہے لیکن میرا خیال ہے تمہیں ساری تمیز بھول گئی ہے بڑی بہن سے" بات کرنے کی۔" وہ بھی سخت آواز میں بولی۔

"بڑی بہن ایک ہی سال بڑی ہو تم مجھ سے۔"

ہاں بڑی ہوں لیکن میرا خیال ہے تمہاری عقل کے ساتھ غیرت بھی کہیں جاسوئی "ہے۔"

تم اپنا منہ بند رکھو اور یہ کس لیے طعنے مار رہی ہو۔"وہ دھاڑا تھا۔"

میں نے تو ابھی تمہیں کچھ کہا ہی نہیں ہے تم کیا گل کھلا رہے ہو مجھے لگتا تھا میرا بھائی" بہت اچھا ہے یہ نہیں بدلے گا یہ ہمارا مان رکھے گا ایک ہی تو بھائی ہے وہ بھی بدل گیا تو کیا ہو گا کتنا مان تھا مجھے تم پر لیکن تم نے وہ مان ہی توڑ دیا۔"اس کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔

میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔"عبدل احد نے نظریں پھیر لیں۔"

اگر تم نے کچھ نہیں کہا تو وہ لڑکی اتنے مان سے کیسے کہہ سکتی ہے کہ میں تم لوگوں کی" شادی کے بیچ دیوار ہوں۔ دیکھو یہ جڑے میرے ہاتھ جاؤ امی بابا سے بات کرو اور جاؤ شادی "کرو میرے دشمن مت بنو۔

تم بات بڑھا رہی ہو آیت۔"شور سنتے باقی تینوں افراد بھی آ گئے تھے۔ لڑائی کی وجہ" پوچھنے پر آیت نے سب کہہ ڈالا۔

احد میں بھی کافی دنوں سے نوٹ کر رہی تھی کہ کوئی تو بات ہے جو تم چھپا رہے ہو" "لیکن اس کم عقلی کی مجھے امید نہیں تھی۔

کونسی کم عقلی محبت کرنا کوئی کم عقلی کی بات ہوتی ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں اور" اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور ویسے بھی اب اور کتنی دیر آپ اسے اس گھر میں رکھیں گی اب اسے بھی۔۔۔۔"اس سے پہلے کہ وہ مزید بولتا عارفین صاحب کا ہاتھ اٹھا اور اس کی گال پر چھپ گیا۔سب حیران رہ گئے زندگی میں پہلی بار انہوں نے بیٹے پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

تم سیدھی بات کرنے کی بجائے ماں کے سامنے اکڑ رہے اور بہن کو اس بات کا طعنہ " دے رہے ہو تمہارے پیسوں پر بیٹھی ہے یا تمہاری اس چہیتی کی جس کے ساتھ تم یہ زبان بول رہے ہو۔یہ میری بیٹیاں ہیں اور میرے گھر میں رہتی ہیں میں انہیں کھانا دیتا ہوں میں انہیں تحفظ دیتا ہوں جس طرح تمہیں دیا ہوا ہے۔تم خود فارغ ہو پڑھائی تم ابھی کر رہے ہو اور اکڑ بھی تم دکھا رہے ہو اگر ہم تمہارے پیسوں پر عیش کرتے تب تو تم یہ سب کہتے بھی اچھے لگتے۔جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے تمہیں اس سے بات کرتے ہوئے اور تم ابھی سے اتنی گندی زبان بولنے لگ گئے ہو یہ تربیت کی ہے ہم نے تمہاری کہ تم اس لہجے میں اکڑو۔"عبدل احد کا سر شرم سے جھک گیا۔عارفین صاحب اس کی بیستی کرتے رہے مگر وہ دونوں باہر نکل آئیں اور دونوں ہی آیت کے کمرے میں آکر ایک دوسرے کی طرف پشت کیے رونے لگیں۔آج دونوں کے بے آواز آنسو تھے۔تب آیت چھوٹی تھی مگر آج اسے اچھے سے سمجھ آگئی تھی۔

آج جب آیت نے اپنے لیے وہ الفاظ سنے جو سالوں پہلے عارفہ بیگم نے سنے تھے تو اسے سمجھ آگئی تھی کہ اس دن اس کی ماں نے غصہ کیوں کیا تھا۔ہاں اس دن اس کی ماں بھی رو رہی تھی مگر اسے خود کے رونے سے فرصت ہوتی تو ماں کے آنسو پونچھتی۔اج اسے بہت سی باتوں کو سمجھ آنے لگی تھی جو بچپن میں سمجھ نہیں آتی تھیں۔

"محرم چار رشتوں میں باپ اور شوہر کے رشتے پر شک بھی نہیں ہوتا اور بھائی اور بیٹے ہمیشہ ہی دغا دے جاتے ہیں۔بھائی اور بیٹا بیوی کے لیے ماں اور بہن کو گھر سے نکالنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے پھر باپ جیسا بھی عظیم رشتہ کہاں ملتا ہے ہاں اگر اچھا شوہر ہو تو پھر زندگی خوبصورت گزر جاتی ہے۔"

"میں سوچ رہی تھی کہ ہمشا کو اپنی بھابھی بنا کر اسے اپنے ساتھ رکھوں گی لیکن یہ ہے میرا بھائی اور یہ ہے میری چوائس میں ہمشا کے لیے یہ چن رہی تھی جو کسی کے بھی پیچھے چل سکتا تھا اور کسی کی بھی بات مان سکتا تھا میں نے ہمشا کے لیے برا سوچا تھا یہ اس قابل ہی نہیں ہے کہ اسے ہمشا جیسی عقلمند لڑکی ملے۔ہمشا بہت اچھا انسان ڈیزرو کرتی ہے۔اسے خوشیاں ملنی چاہیں۔اس نے تو مان ہی توڑ دیا اور اس وعدے کا کیا ہوا جو اس نے بچپن میں بابا سے کیا تھا۔تم بڑے ہو کر اپنی بہنوں کا ایسا ہی خیال رکھنا انہیں کچھ مت کہنا ان کا ہمیشہ ساتھ دینا تم

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایسا کرو گے نا احد؟ ہاں میں کروں گا۔"کئی سال پرانی ملاقات کے چند الفاظ آخری بار اس کے ذہن میں گونجے۔

اس دن کے بعد وہ بہت کم ہی کمرے سے باہر نکلتی اور عبدل احد سے کبھی دوبارہ بات بھی نہ کی۔عبدل احد کو بہت ندامت ہوئی تھی اس نے جذبات میں آکر اپنے عزیز رشتوں کو ناراض کر دیا تھا۔اس نے ہمت کر کے معافی تو مانگ لی لیکن دلوں ہر لگے زخم وہ صاف نہ کر سکا۔

عارفین صاحب نے اس کی شادی کا فیصلہ کر دیا تھا۔عارفین صاحب نے اس کی پسند پوچھی تو اس نے عارفین صاحب کی ہی رضامندی پر راضی ہونے کا کہا۔وہ اس لڑکی سے رابطہ ختم کر چکا تھا۔عارفین صاحب نے بھی عابد صاحب کی بیٹی ثانیہ سے رشتہ طے کر دیا اور کچھ ماہ میں ہی شادی کا اعلان کر دیا۔

اتوار کی ایک شام وہ لان میں کرسی پر بیٹھی محو سی لہلاتے پودوں کو دیکھنے کے ساتھ پرانی یادوں کو ذہن میں تازہ کر رہی تھی۔اس کی یادوں میں بہت سے لوگ تھے۔ کبھی کالج کی کوئی دوست یاد آجاتی تو کبھی کوئی استاد۔وہ کالج والی زندگی کو بہت یاد کرتی اس کی دوستیں اچھی

تھیں یونیورسٹی والی لڑکیاں بھی اس کے ساتھ تھیں تو کمی کا احساس نہ ہوتا لیکن کالج والی زندگی میں جتنی ان کی پڑھائی میں سختی تھی اتنے ہی مزے تھے۔

کیا ہوا کیا سوچ رہی ہو کہیں کوئی پسند تو نہیں آگیا؟" شرارتی آواز آیت کو اپنے عقب" سے سنائی دی اس نے چونک کر ہمشا کو دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر چائے کا کپ پکڑ لیا۔ہمشا مسکرا کر بیٹھ گئی اور کپ لبوں سے لگا لیا۔

تمہیں لگتا ہے کہ کبھی ایسا کچھ ہو گا میرا تو خیال ہے ہماری زندگی میں کوئی ہے ہی نہیں" ہم دونوں اکھٹی زندگی گزار لیں گی۔ تم سارا دن ہاسپٹل اور میں سارا دن کچہری اور اگر کوئی اچھا لڑکا مل گیا تو دونوں اسی سے شادی کر لیں گے اس طرح اکھٹے بھی رہیں گے اور کوئی مسئلہ بھی نہیں ہو گا۔" آیت کہتی ہنس دی۔ہمشا نے اس کی کمر میں ہلکا سا تھپڑ جڑا۔

"توبہ کرو یوں ہی اول فول نہیں کہتے کچھ گھڑیاں مقبولیت کی ہوتی ہیں۔"

"اگر ایسا ہو بھی جائے تو مجھے مسئلہ نہیں ہو گا۔"

رہنے دو آیت یہ باتیں سوچنا بھی ممنوع ہے ہم ایسی شادی کروا کے اپنے رشتے میں" دراڑ نہیں ڈال سکتیں۔"

ہائے ہمشا سب بدل گئے اک تم نہیں بدلی۔" آیت نے اس کی گردن کے گرد بازو" رکھا۔

"کیوں بھئی اب کون بدل گیا ہے؟"

کوئی بھی نہیں جب سب بدلے ہی ہوئے ہیں تو کس کا ذکر کروں اور کس کا نہ "
کروں۔آج کالج والی زندگی کی بہت یاد آرہی تھی مگر جب ان لڑکیوں سے بات کرتی ہوں تو
فلوقت وہ بہت زیادہ ہی اپنائیت دکھاتی ہیں مگر جیسے ہی ایک دو دن گزرتے ہیں وہ مجھے یاد
نہیں کرتیں شاید میں ان کی زندگی میں اتنی اہمیت نہیں رکھتی اب ہر وقت میں ہی بے
شرموں کی طرح کیوں یاد کروں میں ہی لوگوں کے پیچھے کیوں بھاگوں کیوں مجھے زیادہ
چاہت ہے۔"آیت کی آواز بھرا گئی تھی۔

کچھ نہیں ہوتا تم پریشان نہ ہوا کرو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ویسے بھی میں ہوں نا اور تم خود "
"ہی تو کہتی ہو کہ میں نہیں بدلی تو پھر تم کسی اور کو مت سوچا کرو۔

"لیکن اگر تم بھی بدل گئی؟"

بدلنے کے لیے کوئی وجہ ہونی چاہیے تم نے مجھے کچھ کہا یا مجھ میں کسی بات کو لے کر "
غرور آگیا یا میں نے تم سے جھوٹی چاہت نبھائی ہو یا میرے نزدیک کبھی تم کچھ تھی ہی
نہیں۔ان وجوہات میں سے ایک بھی وجہ ڈھونڈ کر بتاؤ۔اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ تمہاری
کامیابی کی وجہ کون ہے تو میں بنا سوچے سمجھے تمہارا نام لے دوں کہ آیت عارفین میری
کامیابی کی وجہ ہے۔اور میں تمہیں ہی بھول کر بدل جاؤں کیا اگر کسی نے ایک انسان کے

ساتھ کوئی ہمدردی نبھائی ہے کوئی احسان کیا ہے تو وہ انسان ساری عمر یاد رکھتا ہے اسے وہ کبھی نہیں بھولتا جس نے اس پر احسان کیا ہو اور میں تمہیں بھول جاؤں میں ہمشا جمال آیت عارفین کو کیسے بھول سکتی ہوں۔" آیت کچھ بھی نہ بولی۔ وہ کچھ بھی کہنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

عبدل احد اور ثانیہ کی شادی دھوم دھام سے کی گئی تھی۔ اس شادی کا ایک فائدہ یہ ہوا تھا کہ احسن کو فاہا پسند آئی تھی اور اس نے فاہا سے ہی شادی کی رٹ لگا دی۔ اسی طرح فاہا کا رشتہ احسن سے اور عنادل کا رشتہ جو ھر پھوپھو کے بیٹے عون سے کر دیا تھا۔ عارفہ بیگم اس لیے راضی ہوئی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ جو ھر پھو پھوان سے جیسے مرضی رہیں لیکن وہ ان کی بیٹی کا خیال رکھیں گی۔ بس پورے خاندان میں صائم عروہ اور وہ دونوں بچی تھیں۔

آیت کا آخری سال تھا اور ہمشا نے ہاؤس جاب شروع کر دی تھی۔ تبھی عارفین صاحب نے گھر میں ان دونوں کے رشتوں کا ذکر کیا۔

عارفہ میرا پرانا دوست سہیل ہے نا اسی کے بھانجے ہیں دونوں ایک تو انجینئر ہے اور"

"دوسرا اپنے والد کا بزنس سنبھالتا ہے ان کا رشتہ آیا ہے۔

کیا نام ہے لڑکوں کے ان کے والدین نے ان کے نام تو رکھے ہی ہوں گے۔"دونوں"
لاؤنج میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔

ارے بیگم نام تو رکھے ہیں اور نام بھی بڑے خوبصورت اور بچے خود بھی پیارے اور"
"سلجھے ہوئے ہیں۔

"تو پھر بتائیں نا اور یہ میری بیٹیوں جتنے پیارے تو ہیں نا۔"

ہاں ہاں اللہ نصیب اچھا کرے جو انجینئر ہے اس کا نام وائزان علی ہے اور جو دوسرا ہے"
"اس کا نام ہوزیم ہے۔

"واقع ہی نام تو خوبصورت ہیں تو پھر کیا سوچا آپ نے؟"

میں نے بھی بچیوں کی تصویریں بھیج دی ہیں وہ پسند کر لیں میں نے تو ہمشا کے لیے"
ہوزیم اور آیت کے لیے وائزان علی کو چنا ہے کیونکہ ان دونوں کی طبیعت آپس میں ملتی
"ہے۔

"اب آپ کو بھی مزاجوں کا علم ہو گیا۔"

"ایسی بات نہ کرو کتنی عمر گزار لی ہے میں نے ابھی بھی مزاجوں کا علم نہ ہو۔"

"کہا تو ٹھیک ہے آپ نے لیکن اب آپ ان دونوں سے بات کریں گے۔"

ہاں پریشانی کی بات ہی نہیں ہے میں نے ایک بار کہنا ہے اور وہ مان جائیں گی۔" عارفہ بیگم ان کے انداز پر ہنس دیں۔

شمشاد ممانی اب نہیں بولتی تھیں اور نہ ہی فاہا اور رافیعہ ممانی کو کچھ کہتی تھیں۔ فاہا کو بھی پڑھائی کا زیادہ شوق نہیں تھا تو بس بمشکل روزانہ شہر میں کالج آ کر انٹر کر لیا تھا۔ شمشاد ممانی کی بہوئیں تو انہیں کچھ نہ کہتیں مگر شمسہ ممانی ان کی بیٹی کو ہر وقت کام چوری کے طعنے دیتی رہتیں۔ اور فہد وہ الگ کام چور اور عیاش تھا۔ اب تو ان سب کے بھی بچے تھے۔ شہروز بھی کسی لڑکی کے لیے گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا اور عنقریب پیسے ختم ہو جانے کی صورت میں وہ واپس لوٹ آ جاتا۔ لیکن طالب ماموں نے بھی انہیں کھلی چھوٹ دے رکھی تھی۔ صائم کا رشتہ بھی ڈھونڈا جا رہا تھا اور عروہ کی بھی منگنی اس کے چچازاد کزن سے کر دی گئی تھی۔

ویسے مجھے حیرت ہوئی کہ ہماری ارینج میرج ہی ہو گی مطلب کوئی کہانی نہیں بس شادی" نہ ہم ان کو جانتے ہیں اور نہ ہی وہ ہمیں۔" دونوں ٹیرس پر بیٹھیں ارد گرد کا جائزہ لینے کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں۔

"ہماری دنیا میں امیجنری ورلڈ سے مرد نہیں آتے بلکہ ہمارے ہاں مردوں میں خصوصیات ان سے ملتی ہوتی ہیں۔ ہمارا اس بات پر انتظار کرنا کہ ہمارے لیے امیجنری ورلڈ سے مرد آئیں گے تو یہ فقط وہم ہے کیونکہ ہم سب کی قسمت میں عام مرد ہی ہیں جیسے ہم ان کے لیے عام عورتیں اور ناولز میں تو مرد شراب بھی پی لیں پھر بھی اچھے قرار دے دیے جاتے ہیں اور ہمارے ہاں ہم بنا کسی بات کے ہر مرد سے نفرت کر بیٹھتے ہیں۔"

"ہاں ہماری دنیا اور امیجینیشن کی دنیا بہت الگ ہوتی ہے۔ وہاں لوگ آخر میں ٹھیک بھی ہو جاتے ہیں وہاں چھوٹی چھوٹی باتوں اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے وہاں کا غریب بھی ناشتے میں انڈا پراٹھا، بریڈ جیم کھاتا ہے اور حقیقت کا غریب بمشکل ضرورتیں پوری کرتا ہے وہ ایک وقت کے سالن کو بچا کر تین وقت کا گزارا کر لیتا ہے، کبھی کبھار ان کے ہاں مہمانوں کی اچانک آمد پر چائے کے ساتھ بسکٹ پیش کرنے کی بھی آمدنی نہیں ہوتی، روزانہ بریڈ اور جیم کے ساتھ ناشتا کرنے کی خواہش رکھنے کی بجائے رات کی بچی ہوئی گندم کی روٹی کو صبح گھی لگا کر کھا لیتا ہے۔ میں کہتی ہوں کتنے شکر و فکر والے لوگ ہوتے ہیں چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاتے ہیں اور عزت کا سودا نہیں کرتے۔ لیکن ان کی بیٹیوں کے لیے بھی امیجنری ورلڈ سے کوئی ہیرو نہیں آتا کیونکہ اصل میں کم پیسے والے ہونا واقع ہی بہت الگ ہے۔ لیکن شاید ہم جیسی لڑکیوں کو پھر بھی امیجنری ورلڈ سے لڑکے مل جائیں

کیونکہ ہمارے پاس پیسہ ہے اور پیسہ سب کچھ کروا دیتا ہے کیونکہ غربت دیکھ کر کوئی کسی کی بیٹی کو اپنے گھر کی عزت نہیں بناتا اور پیسہ دیکھ کر سب سلام کرتے ہیں۔" آیت نے پر سوچ نگاہیں آسمان پر جمائیں۔

چلو تم فکر نہ کرو ہمیں بھی کوئی مل ہی رہا ہے اب ہم دونوں بورنگ زندگی نہیں گزارنے والے۔" ہمشا نے ماحول کی تلخی کو کم کرتے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ لیکن آیت جلد ٹلنے والی نہیں تھی وہ مزید سوچوں میں گر گئی۔

صائم کی شادی بھی آ گئی اور سب گاؤں پہنچ گئے۔ اس سے پہلے ان دونوں کا بھی رشتہ طے کر دیا گیا تھا۔ وہ کافی سال بعد لوٹی تھی گاؤں۔ خوبصورت بھی ویسے ہی تھی لیکن اب عبدل نجم کے دو بچے بھی تھے وہ بھی دو بیٹیوں کا باپ تھا۔ شمشاد ممانی اچھے سے ملی تھیں۔ سب اچھا تھا۔ سب عمر کے گزرنے کے ساتھ مزید بدلتے جا رہے تھے سب کو معلوم تھا اب ملاقاتیں سردیوں اور گرمیوں کی چھٹیوں میں نہیں بلکہ خوشی یا غمی میں کرنی پڑیں گی جہاں ممکن نہیں تھا کہ سب لوگوں کا چہرہ ہی دکھائی دیتا، جہاں سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب رونق کے لیے نانا یا نانی نہیں ہوں گے بلکہ انہیں خود ہی دو پل ہنس کر بات کر کے رونق بڑھانی ہو گی۔ یہاں کون چھوٹی سی آیت اور عنادل کو ڈھونڈتا یہاں ان کے خود بچے

تھے۔ صائم کی شادی میں ذرا سکون تھا لیکن کچھ بھی سالوں پہلا نہ تھا۔ صبیحہ خالہ کی شادی پر بھلے زیادہ ماڈرن طریقے سے نہیں ہوئی تھی لیکن تب دلوں میں خلوص تھا بھلے نفرت تھی بھی مگر سب ایک دوسرے سے بیگانے نہیں تھے۔ صائم کے ولیمے کی رات وہ دونوں ٹیرس پر کھڑی ہو کر کھلے آسمان کا جائزہ لینے لگیں۔

آج ہم اسی جگہ پر ہیں جہاں ہماری زندگی کا سفر اکھٹا چلا تھا آج ہم اپنی زندگی کو مختصر" الفاظ میں بیان کرتے ہیں پہلے تم بتاؤ گی ہمشا۔" آیت نے مسکرا کر اس کے چہرے کو دیکھا اس کا چہرہ چاند کی روشنی میں خوب چمک رہا تھا۔

میری زندگی چند الفاظ میں۔" وہ مسکرائی۔ لیکن وہ بہت کچھ حاصل کر چکی تھی اس کا" جن خوشیوں پر حق تھا اس نے وہ سب حاصل کر لیا تھا وہ آج اذیت سے نہیں دل سے مسکرائی تھی۔ وہ کہتے ہیں نا کہ جب مشکل وقت ہو تو ہر بیتتا لمحہ بھی جان پر بھاری پڑتا ہے اور جب ان مشکلات سے گزر جاتے ہیں پھر دوسروں کو بتا کر ہنس رہے ہوتے ہیں۔

اصل میں غمگیں وہ نہیں ہوتے جو اپنے دل کے حالات کو بیان کرتے ہیں بلکہ اصل" غمگیں اور اصل دکھ ان کو ہوتا ہے جو کہ کسی کی بات بری لگ جانے پر ہنس دیتے ہیں، جو چیز پسند آنے کے بعد اسے حاصل نہ کر سکیں تو ناپسندیدگی کا اظہار کر دیتے ہیں، جو لوگوں کو کہنا تو بہت کچھ چاہتے ہوں مگر کہنے سے ڈر جاتے ہوں کہیں دوسرا انسان انہیں کی طرح غمگیں نہ

ہو جائے، اصل میں غمگیں وہ لوگ ہوتے ہیں جو کسی کو چاہ کر اسے حاصل نہ کر سکیں اور آنکھوں میں کسی کا چہرہ بسا کر نظریں پھیر لیتے ہوں اور اظہار کیے بنا کسی کی زندگی پر زبردستی مسلط نہیں ہوتے۔" وہ خاموش ہوئی اور آیت کو دیکھا جو اس کی بات توجہ سے سن کر اپنی بات کہنے والی تھی۔

بچپن میں ہماری امیجینیشنز بہت خوبصورت ہوتی ہیں، تب ہر رشتہ بہت خوبصورت ہوتا ہے، ہر مرد بھائی ہوتا ہے، جب دوستوں سے بے تکلف ہو کر ان سے ہر بات کر لیتے ہیں، تب کسی بات کے پھیل جانے کا ڈر بھی نہیں ہوتا، کہیں جانے سے قبل میزبان کے رویے کے بارے میں سوچنا نہیں پڑتا، کسی کے الفاظ نہیں چبھتے، لیکن جیسے ہی عمر بڑھتی جاتی ہے زندگی یکدم سے بدل جاتی ہے، سب کچھ بدل جاتا ہے، ماں باپ نے جو سہے رشتے داروں کے برے الفاظ سننے کو ملتے ہیں، رشتے دار بدل کر ہمیں بھی اپنی بری باتوں کا نشانہ بنا لیتے ہیں، اگر باپ نہ ہو تو ہمارے لیے بری چیز پیش کرتے ہیں، تب دوستوں سے ہر بات نہیں کی جاتی، پرانے دوست بھی نہیں ملتے اور ہم میں بھی اتنا شعور آجاتا ہے کہ ہر بات کہہ دینے کے لیے نہیں ہوتی اور ہم پرانے دوستوں سے خود ہی الگ ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے مزاج کے نہیں ہوتے، رشتے داروں کے ہاں جانے کو دل ہی نہیں کرتا اور بچپن کے بھائی بھائی بھی نہیں رہتے اور جو سگے بھائی ہوتے ہیں وہ بھی ایسے بدل جاتے ہیں جیسے نا جانے ہم

نے ان سے کیا لے لیا ہو۔" لیکن آیت مسکرائی نہیں تھی اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ دونوں نے اپنی زندگی کو چند الفاظ میں تو کہہ دیا تھا مگر وہ چند الفاظ بہت بھاری تھے جن کا وزن انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے نازک کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔

گھر میں ان دونوں کی شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ ہمشا کو جاب مل گئی تھی اور آیت نے بھی پڑھائی کے بعد وکالت شروع کر دی تھی۔ ان دونوں کی شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے۔ سب کو ان دونوں کی شادیوں کا ہی انتظار تھا۔ پھر آخر ان دونوں کی شادی کا دن بھی آ گیا دونوں نے ایک ہی رنگ کا ایک ہی جیسا سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا۔ دونوں کا نکاح ہو گیا تھا۔ دونوں کے شوہر آپس میں بھائی تھے۔ پورے خاندان نے وہ دو خوبصورت جوڑیاں دیکھی تھیں اور وہ دو خوبصورت لڑکیاں جن کے نصیب میں زبردستی ان کے گھر والے کیا لکھنا چاہتے تھے اور رب کریم نے ان کے نصیب میں کتنے اچھے مرد لکھے تھے۔ بے شک اللہ بہترین نوازتا ہے۔ ان کا تب وقت نہیں تھا ان کا وقت اب تھا اب ان کی کامیابیوں کے زور اٹھے تھے اور اب قسمت نکھری تھی۔ دونوں کو سسرال میں رخصت کر دیا گیا تھا۔ دونوں لڑکے اپنی بیویوں کا خیال رکھتے۔ وائزان علی ہوزیم اور ان کا ایک اور بھائی تھا۔ جس کی شادی پہلے ہی ہو گئی تھی اور دو بچے تھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ ان کے اکیلے والد

تھے اور والدہ بچپن میں وفات پاگئی تھیں۔والدہ کے بغیر بھی وہ سلجھے ہوئے لڑکے تھے۔شاید ان کے باپ نے ان کی تربیت اچھی کی تھی۔شادی کے بعد ہمشا اپنے ڈاکٹری کے پیشے میں ماہر ہوگئی تھی اور آیت وہ آئے دن کیس جیتتی۔اور بہت کامیاب ہو رہی تھی۔سب کی زندگی مکمل تھی مگر رافیعہ ممانی اکیلی تھیں لیکن اب وہ بھی اکیلی نہیں رہی تھیں کیونکہ شمشاد ممانی کے پوتے پوتیاں ان کے پاس ہی ہوتے تھے۔شمشاد ممانی کی آیت کو گاؤں میں لانے والی بات تو پوری نہ ہو سکی لیکن آیت کے الفاظ حقیقت کا روپ دھار گئے تھے کہ

"لیکن کبھی کبھار انسان کو خود منت کرنی پڑتی ہے۔"

اور ان دونوں نے بنائی تھی اپنی قسمت اپنے فیصلے لے کر۔اس دن اگر ہمشا اپنے لیے نہ بولتی تو وہ خواہش کو چھوڑ کر وہیں رہ جاتی اور اپنی آنے والی نسل کے لیے بھی وہی کچھ پیش کرتی اور عبدل نجم کی محبت کا کیا؟ لیکن اس نے اپنی زندگی شروع کرتو لی تھی، کہاں محبت اور کہاں بچپن کی پسند۔ایک لڑکی جسے بچپن میں پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اسی کا ہم عمر یا اس سے عمر میں بڑا لڑکا اس نازک سی جان کے لیے دل میں کیا جذبات لیے پھر رہا ہے۔اور آیت بھی ماں کے سامنے بولی تھی۔اس نے ٹھیک سوچا تھا کہ ابھی وقت نہیں ان چیزوں کا وقت بعد میں ہے اور واقعی ہی جب انکار کر دیا جائے پھر راستے خود بخود آسان ہو جایا کرتے ہیں جیسے ان دونوں کے ہوئے تھے۔شمشاد ممانی صائم کے لیے آیت کا رشتہ تو مانگنا چاہتی ہی تھیں مگر پھر

دوبارہ نیک ارادوں سے بھی ہمت نہ کر سکیں۔ بعض اوقات مائیں بہن بھائیوں کے روٹھ جانے کے ڈر سے رشتے سے انکار ہی نہیں کر پاتیں لیکن ایسے بہن بھائی ہی نہیں ہوتے جو انکار کرنے پر ناراضگی کا اظہار کریں کیا ہر انسان کی اپنی مرضی نہیں ہوتی زندگی اولاد نے گزارنی ہوتی ہے اور برباد اسے بڑے آرام سے کر کے ہاتھ جھاڑ کر ایسے بیٹھ جاتے ہیں جیسے انہیں کچھ علم ہی نہیں اور شادی شدہ جوڑا وہ بھلے آپس میں لڑ لڑ کر ہی مر جائے۔

منیبہ بیگم نے جب رشتہ داری ڈال ہی لی تھی پھر وہ اکثر کام کی غرض سے گاؤں آجاتیں۔ ابھی فاہا اور عنادل کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح اتوار کی صبح منیبہ بیگم احسن کے ساتھ گاؤں حاضر ہوگئیں۔ احسن وہ بچپن والا شرارتی احسن رہا ہی نہیں تھا۔ سنجیدہ طبیعت کا وہ احسن اب کافی خوبرو لگتا تھا۔ سب نے ان کی خوب آؤ بھگت کی۔ بچے الگ خوش بڑے الگ۔ منیبہ بیگم برآمدے میں ہی بیٹھی ہوئی تھیں اور باقی سب ان کے ارد گرد مجمع لگائے بیٹھے تھے۔ عارفہ بیگم گھر پر ہی نہیں تھیں ورنہ وہ مائیکے آنے کا موقع نہ چھوڑتیں۔ احسن نے کچھ پل ارد گرد نظریں دوڑائیں۔ اسے فاہا کہیں نظر نہیں آئی پھر کال کے بہانے سے سیڑھیاں چڑھ گیا۔ اور قسمت اچھی ہونے کی وجہ سے وہ چھت پر ہی اسے مل گئی تھی۔ تار سے کپڑے اتارتی ہوئی فاہا اپنے دھیان جب پلٹی تو سامنے ہی احسن اسے شوخ

نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ہڑبڑا کر اس نے ڈوپٹے سے سر کو ڈھکا اور نظریں جھکا کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ یہاں؟ آپ کب آئے؟"

میں چھت پر ابھی آیا اور گھر میں کچھ دیر پہلے مگر تم نظر نہیں آئی تو پھر چھت پر ہی آگیا۔"

لیکن آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ نیچے چل کر بیٹھیں۔" وہ کپڑے چارپائی پر رکھتی "انگلیاں چٹخانے لگی۔

"میں تو تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔"

مجھے؟ کیوں؟ میری رنگت کو دیکھ کر رشتے سے منع کرنے والے ہیں۔" اس کی" آنکھوں میں خوف پھیلنے لگا۔ احسن نے اس کی عقل پر ماتم کیا وہ نجانے کیا سوچ رہی تھی۔

کونسی رنگت اتنی ہی خوبصورت تو رنگت ہے مجھے دیکھ لو گورا ہوں لیکن نین نقش تو" تمہارے پیارے ہیں میرے سفید رنگ کا کیا لیکن آنکھیں صرف تمہارے چہرے کو دیکھنے کو ترس جاتی ہیں۔" احسن اسے اس کی اہمیت بتا رہا تھا اور وہ شرم سے چہرہ جھکا گئی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خواب میں اس کی احساس کمتری کو دور کر رہا ہو۔ برا کہنے والوں کی بھیڑ میں اک ایسا ہونا چاہیے جس کی بات پر یقین آجائے جس کی بات پر دل چلا اٹھے کہ یہ

شخص جھوٹ نہیں کہہ سکتا اور واقع ہی فاہا کے نزدیک احسن ایسا شخص تھا جس کے بارے میں اس کا دل بھی کہتا کہ وہ جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔اسے بھی کسی نے اہمیت دی تھی۔ کسی نے اس کی رنگت کو نہیں دیکھا تھا وہ گندمی رنگت جسے وہ احساس کمتری کے باعث سانولی قرار دیتی تھی۔وہ مسکرانے لگی اور احسن مزید اس کا مان بڑھانے لگا اور ہاں شوہر ہوتے ہیں جو واقع ہی باپ کے بعد مان بڑھا دیتے ہیں۔

آیت ابھی کورٹ سے واپس آئی ہی تھی اور لاؤنج میں ہی بیٹھ گئی۔ ملازمہ نے اسے پانی کا گلاس پیش کیا اور اس نے گلاس پکڑ کر لبوں سے لگا لیا۔پھر اس کے دماغ میں پرانی یادیں چلنے لگیں پھر وائزان علی کا چہرہ نظروں کے سامنے گھوما۔

میری زندگی کی کہانی کی طرح وائزان کی زندگی میں بھی کئی کہانیاں اور قصے ہوں گے" ہمارے بچپن کی طرح ان کا بچپن بھی خوبصورت ہو گا لیکن کیا پتہ اتنا خوبصورت نہ ہو۔ان "کی والدہ نہیں تھیں تو کیسے بچپن گزار کر بڑے ہوئے ہوں گے۔

بچپن تو سبھی کا خوبصورت ہوتا ہے مگر کچھ بچوں کا بچپن بڑھتی عمر گزارنے سے کم" نہیں ہوتا، ہر کسی کے بچپن میں خوبصورت یادیں نہیں ہوتیں ہر کسی کا ذہن بچہ نہیں ہوتا، ہر کوئی بھی بچپن میں برے رویے نظرانداز نہیں کرتا، کچھ بچے رویوں کو بہت باریکی سے

جانچتے ہیں۔"اس کی سوچوں میں خلل بچوں کے چلانے پر پڑا۔وہ بھاگ کر باہر گئی تو دونوں بچے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ماضی کی یادیں اس کے ذہن میں گردش کر گئیں۔

سب بچے اندر آجاؤ قاری صاحب آنے والے ہوں گے۔"عارفہ بیگم کے الفاظ اس" کے کانوں میں پڑے۔اس کے ماضی میں دور کہیں کئی سال پہلے اس کی نانی امی دروازے کے باہر ان کے انتظار میں ان کو سینے سے لگانے کے لیے بے تاب کھڑی تھیں۔نانی کے ساتھ اندر بڑھتے سب برآمدے میں کھڑے دیکھ رہے تھے۔سب کا محبت سے ملنا۔

ہمشا!"آیت اسے پکار کر چھت پر گئی تھی۔"

ارے واہ آج تو آیت آئی ہے۔"نانا ابا کے الفاظ کان میں گونجے اور ان کے گلے لگنے کا" منظر ایک ساتھ اس کے ذہن میں تازہ ہو گیا۔

آیت اب بڑی ہو گئی ہو تو نانا سے اٹھائی نہیں جاتی۔"اسی منظر کے ساتھ ہی خالہ کے" الفاظ یاد آ گئے۔

اور سناؤ آیت باجی کیسی ہو؟ بڑے سکارف اوڑھ رکھے ہیں؟"سفیان کا شرارت سے" اسے کہنا۔

آیت کیا کھائے گی دوپہر میں؟"شمشاد ممانی کی یاد بھی تازہ ہو گئی۔"

امی آپ کو پتہ ہے یہ والی کینڈیز ایک روپے کی چار آتی ہیں۔"تب اس نے کتنی حیرت" سے بتایا تھا۔

ہمشا مفت کا مال ہے یا تمہارے ماں باپ کی نوکر پوتی ہے وہ میری مرحوم بیٹے کی بڑی" بیٹی۔"ایک بار بچپن میں لڑائی پر نانی امی نے ممانی کو جتایا تھا۔صائم کی یاد بھی آئی جب وہ اسے شرارت سے امرود توڑ کر نہ دیتا۔

نانو ماتھے پر تیل نہ لگائیں پھر شمشاد ممانی کالا بولیں گی۔"اس فقرے کے بعد اچھی" خاصی لڑائی ہو گئی تھی۔

ممانی نانا ابو نے کبوتر کیوں نہیں رکھے یہ گائے بھینسیں کیوں رکھی ہوئی ہیں کتنی بدبو" آتی ہے۔"

"تمہیں جب یہاں رکھیں گے تو عادی ہو جاؤ گی ان سب کی۔"

"ممانی میں تو یہاں نہیں رہوں گی۔"

بیٹا یہ سب پہلے کی باتیں ہوتی ہیں نصیب کے کھیل بہت عجیب ہوتے ہیں نا جانے کسے" کہاں پہنچا دیں کسے علم ہوتا ہے۔"اور نصیب کے کھیل واقع ہی عجیب ہوتے ہیں انہیں سب سے منفرد مقام پر لے آئے تھے۔ماضی کی سوچوں کے بھنور سے نکلی تو نم آنکھیں بہہ جانے

کو تیار تھیں۔ پھر سے ایک بار انہیں یادوں کا سلسلہ اس کے دماغ میں گھوم گیا اور بھرائی ہوئی آواز سے وہ بس اتنا ہی بول سکی۔

پھر ہم بڑے ہو گئے

ختم شدہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/ مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

Clubb of Quality Content!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842